جامعہ فاطمہ جلال نگر شاہجہاں پور، یوپی

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ

یاد رکھ ہر آن

آخر موت ہے

مصنف

مرشدِ طریقت مفکر اسلام حضرت علامہ سید محمد احسن میاں

صاحب قبلہ

ناشر

جامعہ فاطمہ جلال نگر شاہجہان پور (یوپی)

نام کتاب : آخرموت ہے

مصنف : مفکراسلام حضرت علامہ مولاناسید محمداحسن میاں صاحب قبلہ

پروف ریڈنگ: سید محمد آل مصطفیٰ احسنؔ

سن اشاعت : ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ/جولائی ۲۰۲۲ء(طبعِ اول)

تعداد : ۲۰۰۰

ناشر : جامعہ فاطمہ جلال نگرشاہجہان پور

صفحات : ۱۲۸(128)

ملنے کے پتے

(۱) جامعہ فاطمہ جلال نگرشاہ جہان پور

(۲) فاطمہ گرلس انٹرکالج چمکنی شاہ جہان پور

(۳) فاطمہ کڈزاکیڈمی آکاش پور بریلی شریف

(۴) فاطمہ لیان C.B.S.E اسکول (سینئرسکینڈری) نریاول بریلی شریف

فہرست مشمولات

مصنف کی قلمی خدمات

*فضائل اسلام اول * وصیتیں اور نصیحتیں * درسِ عبرت * دھیان رہے! خدا دیکھ رہا ہے * آخر موت ہے * زکوٰۃ وصدقات کے آداب واحکام * اسلامی آداب * گلدستۂ نماز * ماہِ بہاراں * ایمان کی شاخیں * اپنا اپنا گھر بچاؤ * حجاب عزت یا ذلت؟ * سعادت مند اولاد * نمازِ فاطمہ * اسلامی عقائد واعمال * مومن رات دن کیسے گذارے؟ * اسلامی عقائد ونظریات * فقہ حنفی * نجات کا راستہ * اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت * دل کی باتیں سچی باتیں * پیغام امن ونجات * کیا آپ کو قبر وقیامت کا کچھ خوف ہے؟ * دعوت فکر وعمل * حج کا مختصر وآسان طریقہ * عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشیاں کیسے منائیں؟ * آمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم * دعوت وحدت ووحدانیت * تحفۂ محرم * دعوت فکر * انسانی تربیت کے مراحل * فکرِ اسلام * احساسِ زیاں * شرح شرح جامی: الیٰ غیر المنصرف * ایمانِ کامل * سائنس اور سکون؟ * خاموشی کی برکتیں

پیشِ لفظ

ایمان کے اصول میں ایک اصول ہے ایمان بالیوم الآخر یعنی آخرت یا قیامت یا حشر کے دن کا یقین کرنا یا یہ کہ ہمارا مرنے کے بعد اٹھنا پھر میدانِ محشر میں جمع ہوکر اپنی پوری زندگی کا حساب دینا۔ موت ایک ایسی اٹل اور سچی حقیقت ہے جس کا آج تک کوئی انکار نہیں کرسکا۔ قرآن کریم میں كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اور أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ جیسی بہت سی آیات موجود ہیں جو ایک مومن کو بیدار و ہوشیار کرنے کے لئے کافی ہیں اور احادیث کی کتابوں میں اس عنوان پر بہت سی حدیثیں غافلوں کی غفلت دور کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اس حقیر نے کتب تفسیر و حدیث اور تصوف و اخلاق خصوصًا احیاء العلوم سے کچھ احادیث و مضامین ایک جگہ جمع کردیئے ہیں اور اس کتابچہ کو ''آخر موت ہے'' کے نام سے موسوم کرکے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔ مولیٰ کریم اپنے فضل سے ان کی اور ہماری غفلت دور فرمائے اور اس یقینی اور سچی حقیقت (موت) کی تیاری کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔ مجھے یقین ہے اگر میرے دینی بھائیوں نے اس کتابچہ کو بار بار پڑھا تو ''درسِ عبرت'' نامی کتاب کی طرح یہ کتابچہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے سوئے ہوئے دلوں کو بیدار کرنے میں مفید ثابت ہوگا۔ مگر یہ نہیں کہ ایک مرتبہ پڑھ کر الماری میں پھینک دیا، بلکہ ہر دن یا کم از کم ہر ہفتہ اس کا ایک دو صفحہ مسلسل پڑھتے رہیں۔

اہلِ علم سے گذارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی خطا اور غلطی پائیں تو بیانِ صحیح کے ساتھ ہماری خطا پر مطلع فرمائیں، انشاء اللہ ہم اس غلطی کو اگلے ایڈیشن میں درست کردیں گے اور ان کے مشکور بھی ہوں گے۔

سید محمد احسن

رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ - اپریل ۲۰۲۲ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لک الحمدُ یا اللہ و الصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ

و علیٰ آلہ و اصحابہ و علیٰ کُل من والاہ

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ

صدق اللہ العظیم

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ۔ (پ:۴-آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ۔(پ:۵-النساء:۷۸)

ترجمہ: تم جہاں کہیں جاؤ موت تمہیں پکڑ لے گی۔

یعنی موت تمہاری تاک میں ہے۔ یہ آیت بظاہر تو چھوٹی سی ہے، لیکن پند و نصیحت کے بیان میں بہت کافی اور مکمل ہے۔ اسی دوسری آیت سے علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ: نہ موت کی عمر معلوم ہے، نہ اس کا وقت اور نہ اس کا سبب بننے والی بیماری۔

اور یہ تینوں چیزیں اس لئے پوشیدہ رکھی گئیں، تاکہ انسان ہر وقت اس کی تیاری میں رہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، رسولِ

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ۔
(جامعِ ترمذی: ابواب الزہد، باب ماجاء فی ذکر الموت)

لذتوں کو توڑنے والی (موت) کو کثرت سے یاد کرو

حدیث مذکور دیکھنے میں تو بہت چھوٹی ہے، مگر ذکر و بیان، موعظت اور دل کو نرم کرنے میں بہت بڑی۔ کیونکہ جو دل سے موت کو یاد رکھے گا، وہ دنیا کی موجودہ لذتوں میں بہت زیادہ نہیں پھنسے گا اور آئندہ بھی بہت زیادہ لذات وخواہشات کی تمنا نہیں کرے گا لیکن آج طبیعتیں اور نفس بہت غافل اور دل بہت سخت اور کٹھور ہو گئے ہیں۔ اور رہی سہی کسر آج کی جدید ایجادات اور خواہشات بھری اشیا نے نکال دی۔ اس لئے آج مردہ دلوں کو زندگی بخشنے، سخت دلوں کو نرم کرنے، سوئی طبیعتوں کو جگانے، دنیا کی لذتوں سے ہٹا کر دین کے راستہ پر لگانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے مؤثر وعظ و بیان پر مشتمل کتب ورسائل کی ضرورت ہے۔

ورنہ ہدایت کے لئے تو اللہ تعالیٰ کا قول کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اور اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ ہی بہت کافی ہے۔ مگر اس کے لئے جس کے پاس سننے والے کان، قبول کرنے والی طبیعت، ڈرنے والا دل، دیکھنے والی نظر اور غور وفکر کرنے والا دماغ ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے: جو دن میں ایک مرتبہ موت کو یاد کرے، وہ اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرنے والے بندوں میں شمار کیا جائے گا۔
(مفاتیح الجنان۔ فصل فی سنن العیادۃ۔ ص: ۶۵۲)

اور بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی بشارت سناتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡہُ بِمَغۡفِرَۃٍ وَّ اَجۡرٍ کَرِیۡمٍ ۔ (پارہ:۲۲۔یٰسین:۱۱)

ترجمہ: تم تو اسی کو ڈر سناتے ہو جو نصیحت پر چلے اور بن دیکھے (یا دل سے) رحمان سے ڈرے، تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو۔

موت کو یاد کرنے کا فائدہ

موت کو کثرت سے یاد کرنے سے انسان کو یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔

(۲) انسان کی خواہشات ولذات گھٹتی ہیں۔

(۳) موت کی یاد انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔

(۴) موت کو یاد کرنے والا انسان تھوڑی نعمتوں کو بھی بہت سمجھتا ہے۔

(۵) موت کی یاد انسان کی دنیاوی فکروں کو ختم یا بہت کم کر دیتی ہے۔

(۶) موت کو یاد کرنا انسان کو دنیا کی تنگیوں سے بے غم و بے فکر کر دیتا ہے۔ یا ان تنگیوں کو کشادگیوں میں بدل دیتا ہے۔ (سابق)

قلب کی زندگی

کہا جاتا ہے: جو انسان دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے، اللہ تعالیٰ اس کے (مردہ) قلب کو زندہ فرمادے گا اور اس پر موت کی سختیوں کو آسان فرمادے گا۔ (سابق)

یارب العالمین! تو ارحم الراحمین ہے اور ہم اضعفُ الاضعفین، ہم کمزوروں پر رحم فرما۔ اپنی رحمت سے ہم پر موت کی سختیاں آسان فرما۔

شہید کے ساتھ حشر

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہیدوں کے ساتھ بھی کسی کو اٹھایا جائے گا؟ تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جو شخص رات دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا۔ (سابق)

خواہشات کیسے گھٹائیں؟

بیان کیا گیا ہے: حضرت شقیق بلخی اپنے استاذ ابو ہاشم رضی اللہ عنہما سے ملنے آئے۔ شقیق بلخی کی چادر کے پلو میں کچھ بندھا ہوا تھا۔ تو استاذ محترم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کچھ اخروٹ ہیں، جو میرے ایک بھائی نے دیئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ شام کو اس سے افطار کریں۔ استاذ نے فرمایا: ارے شقیق! تم اپنے نفس سے کبھی کہتے ہو: تو شام تک زندہ بھی رہے گا؟ کیا کبھی اس طرح سے موت کو یاد کرتے ہو؟ میں تم سے بات نہیں کروں گا اور استاذ نے اپنا دروازہ بند کرلیا۔ (سابق)

یہ تھے اللہ والوں کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی تربیت کے طریقے۔ اور یہ تھا ان سے لذات وخواہشات کے گھٹانے کا دستور۔ مگر آج ہماری درسگاہیں اور خانقاہیں اس طرح کی تربیت سے بالکل خالی ہیں۔

جنت میں بلا حساب داخلہ

حدیث شریف میں آیا ہے: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر دن اکیس (۲۱) مرتبہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

اے اللہ میری موت میں برکت دے (یعنی میری موت ایمان پر اور نفع بخش ہو) اور موت کے بعد کی منزلیں آسان ہوں۔

ایسا شخص بلا حساب جنت میں جائے گا۔ (نہج التقی)

اس حدیث کو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا۔

خیال رہے

موت کو یاد کرنا اور ہے اور موت کی تمنا کرنا اور ہے۔ موت کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کی احادیث میں فضلیت اور فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن دنیا کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: (دنیا کی تنگیوں سے گھبرا کر) ہرگز تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے۔ (سابق، ص: ٦٥٣)

علما نے فرمایا: رزق کی تنگی وغیرہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے۔

اور یہ کراہت اس لئے ہے کہ: اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور زوال حیات کی آرزو و تمنا اس کے حکم سے راضی نہ ہونا ہے، جو یقیناً برا ہے۔ ہاں تغیراتِ زمانہ اور معصیت و گناہ کی کثرت پر گناہوں میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایسا ہی مفاتیح الجنان میں ہے۔

حضرت محمد بن سرین کا قول

حضرت محمد بن سرین جو جلیل القدر تابعی ہیں اور تعبیرِ رُویا کے امام ہیں، ان کا عالم یہ تھا کہ: جب ان کے پاس موت کا ذکر ہوتا، تو ان کا ہر عضو بے جان سا ہو جاتا۔ (سابق)

خلیفۂ راشد کی مجلس

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کی سب سے بڑی سلطنت کے خلیفۂ راشد (عادل بادشاہ) ہونے کے باوجود ہر رات اپنے یہاں علما وفقہا کو جمع فرماتے، اور موت، قبر، قیامت اور آخرت وغیرہ کا تذکرہ ہوتا۔ پھر وہ سب اتنا روتے گویا ان کے سامنے جنازہ دَھرا ہوا ہے۔ (سابق)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیفیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب موت کا ذکر ہوتا، تو ان کے خوف کا عالم یہ ہوتا کہ ان کی جِلد مبارک سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا حال

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جب موت اور قیامت کا ذکر کیا جاتا، تو اتنا روتے کہ ان کے جوڑ بے جان ہو جاتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہوتا، تو ان کی جان میں جان آتی۔ (سابق)

ابدی عیش

حضرت مُطرِّف فرماتے ہیں: یہ موت عیش وعشرت والوں پر ان کے عیش و عشرت کو ختم کر دیتی ہے ایسا عیش تلاش کرو جس میں موت نہ ہو۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے: موت کی تکلیف اتنی سخت ہوتی ہے کہ مردہ جب تک قبر سے اٹھایا نہ جائے گا، اس وقت تک موت کی تکلیف محسوس کرتا رہتا ہے۔ یعنی جو الم و تکلیف سکراتِ موت طاری ہونے پر

ہوتی ہے، اس کا اثر قیامت تک رہتا ہے۔ ایسا ہی مفاتیح الجنان میں ہے۔

حکایت: روایت میں آیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ بعض کافروں نے آپ سے کہا: آپ تو فوراً مرے ہوئے کو زندہ کرتے ہیں۔ کیا پتہ وہ مرا بھی کہ نہیں؟ کسی پہلے زمانے کے مردہ کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم خود ہی بتاؤ کس مردہ کو زندہ کروں؟ انہوں نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام ان کی قبر پر تشریف لائے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ وہ خدا کے حکم سے زندہ ہو گئے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ: ان کے بدن پر لرزہ اور کپکپی طاری ہے۔ اور ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے سام! آپ کے سر اور داڑھی کے بال سفید کیسے؟ انہوں نے کہا: جب میں نے آپ کی آواز سنی، تو میں سمجھا شاید قیامت قائم ہو گئی۔ قیامت کے خوف سے میرے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اور تمہارے بدن پر یہ لرزہ اور کپکپی کیسی؟ تو سام بولے: مجھے انتقال کئے ہوئے چار ہزار برس ہو گئے ہیں، لیکن موت کی تلخی اور نزع کے وقت کی تکلیف و بے چینی اب تک باقی ہے۔ (اس کا لرزہ ابھی تک طاری ہے۔) (درۃ الواعظین، حواشی جلالین)

موت کو کیسے یاد کریں؟

اوپر حدیث میں فرمایا گیا: موت کو کثرت سے یاد کرو۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ: انسان ہر وقت موت موت رٹتا رہے۔ بلکہ موت کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ: انسان اپنے ساتھیوں، اپنے دوست و احباب اور

اپنے عزیز و اقارب، جو دنیا سے گزر گئے، ان کی موت کو یاد کرے۔ کہ وہ کس طرح آج سینکڑوں مَن مٹی کے نیچے خود مٹی بن گئے۔اوران کے دنیا کے عہدے و مرتبے اور طاقت وقوت سب کچھ ختم ہوگیا۔ اس بات پر بھی غور کرے کہ کس طرح سے مٹی نے ان کے حسن و جمال کو ختم کر دیا ہوگا۔ان کے سارے اعضا و اجزا بکھرے پڑے ہوں گے یا مٹی میں مل گئے ہوں گے۔ اپنی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر چلے گئے۔ان کے مال ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ان کی مجلسیں خالی پڑی ہیں۔اعلیٰ قسم کے بیڈ روم اور ڈرائنگ روم میں صوفوں پہ بیٹھنے والے آج تنہائی اور ویرانے گھر میں اکیلے مٹی پر پڑے ہوں گے۔

اس طرح سے بھی انسان دھیان کرے کہ: موت کے ایک ہلکے سے جھٹکے نے انہیں یار دوستوں کی محفلوں سے نکال کر ایک تنگ و تاریک اندھیری چھوٹی سی کوٹھری میں لے جا کر ڈال دیا۔وہ کس طرح ہمارے ساتھ بیٹھ کر اچھی باتیں کیا کرتے تھے۔شادی بیاہ کی محفلوں میں، گلی کوچوں، بازاروں، ہوٹلوں اور پارٹیوں میں گھوم گھوم کر چل چل کر اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے اور مشروبات استعمال کرتے تھے۔ان کی صورتیں، ان کے اعلیٰ لباس اور ان کا رقص وڈانس یہ سب کہاں گم ہو گئے؟ ان لوگوں کی بڑی بڑی امیدوں اور آرزؤوں بھری باتیں کہاں چلی گئیں؟ یقیناً ان کی ساری آرزوئیں، تمنائیں، خواہشات اور حرص و ہوس سب خاک میں مل گئے۔ اور وہ سب خاموشی کے ساتھ شہرخموشاں میں جا بسے۔ان کے دل کی آرزوئیں دل ہی میں رہ گئیں۔آج وہ خود تمناؤں کے ساتھ مٹی میں دبے پڑے ہیں۔آج ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اگر ان کی اولاد سعادت مند اور نیک ہے، تو کبھی عید بقرعید ان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے چلی جاتی

ہے۔ اور پتا نہیں اس نے کیا پڑھا اور کیا بخشا؟ چونکہ مرنے والے نے بھی اپنی اولاد کو اس طرح کی تعلیم سے محروم رکھا تھا۔ وہ کیا پڑھے گا اور کیا بخشے گا۔ کبھی مرنے والوں کے حسن اور نرم و نازک جسموں کو دھیان میں لاؤ اور سوچو: کیسے کیسے حسین چہرے نازک بدن رکھتے تھے، مگر وہ سب پارہ پارہ ہو گئے اور گل سڑ کر مٹی میں مل گئے۔ اور نہ جانے کن کن کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن گئے۔ ان کے ایک ایک عضو کو خیال میں لاؤ۔ ذرا سوچو ان کی وہ زبان جو چٹ چٹ بولا کرتی تھی اور کبھی چپ ہونا نہیں جانتی تھی، ان کے حسین ہونٹ۔ جو گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح کھل کھلا کر ہنسا کرتے تھے۔، ان کے وہ منظم سفید موتی کی طرح چمکتے دانت، ان کے وہ نرم و نازک رخسار، جن کے بناؤ سنگھار پر وہ ہزاروں روپیہ خرچ کرتے تھے، ان کی وہ حسین سرگیں غزالی آنکھیں اور خوبصورت حلقے جن سے وہ آنکھ مچولیاں کیا کرتے تھے، ان کے وہ نرم و گداز ہاتھ اور ہتھیلیاں جو کبھی حرکت سے نہیں رکتے تھے، ان کے پیر اور سفید چمکتے تلوے، غرض یہ کہ ان کے جسم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک جوڑ پر غور کرتے جاؤ۔ یہ سب کہاں چلے گئے؟ ان کا کیا بنا؟ پھر ان کی غفلت اور عیش پرستی کو بھی دھیان میں لاؤ کہ جس مستی میں پھنس کر اور اس کا شکار ہو کر اس موت کو بھول گئے تھے، جو ہر وقت ان کی تاک میں تھی۔ اور ذرا سی دیر میں انسان کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ اب تم خود بھی غور کرو۔ اپنے بارے میں غور کرو۔ تمہارا حال بھی انہیں کی طرح تو نہیں؟ تمہاری غفلت انہیں کی طرح تو نہیں؟ اگر ایسا ہے، تو جان لو! تمہارا انجام بھی انہیں کی طرح ہو گا۔ ابھی ابھی اپنے بارے میں انصاف کر لو۔ ابھی موقعہ ہے اپنی فکر کر لو۔ ابھی وقت ہے اپنا حساب صاف کر لو۔ ابھی سے موت کے بارے میں

سوچنا شروع کردو۔ توتم یقیناً ایک دن نیک بن جاؤ گے۔

خوش قسمت کون؟

پیارے آقا مدنی مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: سعید اور نیک بخت وہ ہے، جو دوسروں سے عبرت و نصیحت حاصل کرے۔

مگر افسوس!!! ہم اس موت جیسی خطرناک چیز سے غافل ہیں، جو ہر وقت ہماری تاک میں ہے۔ ہم اس زمین پر ابھی بھی تکبر و گھمنڈ سے اترا کر چل رہے ہیں، جس پر ہم سے پہلے ہزاروں آئے اور گھمنڈ و تکبر کر کے اسی زمین کے اندر چلے گئے۔ تم سوچتے ہو ہمیشہ یہیں رہو گے؟ نہیں! ہرگز نہیں! ایک دن تو موت تمہیں بھی جھپٹ لے جائے گی۔ اگرچہ تم مضبوط بنکروں میں چھپے ہو۔

ابھی موقعہ ہے، تکبر و گھمنڈ چھوڑ و۔ تواضع پیدا کرو۔ اپنے مولیٰ کے دربار میں سر جھکا دو۔ موت تاک میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اگر انسان کو غربت و مفلسی، بیماری اور موت کا خوف نہ ہوتا، تو کبھی اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں سر نہ جھکاتا۔

موت کے آگے کسی کی نہیں چلتی

موت ایک ایسی چیز ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ظالموں جابروں کی گردنوں کو توڑ دیا۔ موت ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قیصر و کسریٰ کی کمریں توڑ کر ان کی آرزوؤں کو پامال کر دیا۔ ذرا غور تو کرو، ان ظالم و جابر بادشاہوں اور زمانہ کے قیصر و کسریٰ نے ایک دنیا کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا،

کتنی ہی سلطنتوں کوانہوں نے پامال کردیا،لیکن! موت کے آگے ان کی ایک نہ چلی۔انہوں نے اپنی حفاظت کیلئے کیسے عظیم قلعے بنائے،لیکن موت سے بچنے کے لئے کوئی قلعہ نہ بنا سکے۔موت سے بھاگنے کے لئے کوئی پناہ گاہ تیار نہ کر سکے۔یہی تو وہ لوگ تھے،جن کے دل ہمیشہ موت کے ذکر سے نفرت کرتے تھے۔اورموت کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتے تھے۔اور پھر!!! اچانک ایک دن ان کے پاس فرشتۂ اجل آیا اور ان کو تند وتاریک کنوؤں میں ڈھکیل دیا۔انہیں قصورومحلات،گلستان وبوستان، چمکتے دمکتے نظاروں اور گہواروں سے نکال کرقبرکےتاریک گڑھوں میں پھینک دیا۔حسین دوشیزاؤں کے جھرمٹ میں عیش وعشرت کی محفلیں جمانے والوں کوموت نے قبر کے مہیب سناٹوں اور کھا جانے والی تنہائیوں میں پہنچادیا۔عشرت کدوں سے نکال کروحشت وتنہائی میں پھینک کرمٹی کی غذابنادیا۔اوروہ جودنیامیں ہمیشہ رہنا چاہتے تھے،آج ان کی قبر کابھی کسی کوپتہ نہیں۔سچ فرمایا میرے مولیٰ نے:

هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا (پارہ:۱۶،سورۂ مریم:۹۸)

ترجمہ: کیاتم ان میں کسی کودیکھتے ہویاان کی بھنک(ذرابھی آواز) سنتے ہو؟

سلطنت وغلبہ،وجودِحقیقی اور بقاتوخاص ہےمولیٰ کریم کے ساتھ۔

(تلخیص ازاحیاءالعلوم)

فانی کوکیازیب دیتاہے؟

جب انسان کوایک دن موت کے گھاٹ اترکرفناہوناہے،پھراسے قبرمیں جاناہے،وہاں مٹی اس کابستر،کیڑےمکوڑےاس کے ساتھی،منکرنکیراس کے ہم نشیں،قبراس کی قرارگاہ،زمین کاپیٹ اس کامستقر وٹھکانا،قیامت کااس سے

وعدہ ہے، میدان محشر میں اسے جانا ہے، وہاں حساب و کتاب سے گزرنا ہے اور اس کے بعد جنت یا دوزخ اس کا ٹھکانا ہے، تو ایسی لاچار کمزور مخلوق کو فکر صرف موت کی ہی کرنا چاہئے۔ نہ ہو اس کی زبان پر چرچا مگر موت ہی کا۔ نہ ہوں اس کی تیاریاں مگر موت کے لئے۔ موت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف زیادہ تاک جھانک میں نہ رہے۔ سب سے زیادہ موت کا ہی اہتمام کرے۔ فانی دنیا کے گھر کی تیاریوں سے زیادہ لافانی آخرت کی تیاریاں کرے۔ امورِ دنیا کے انتظام سے مَن ہٹا کر موت کے انتظار میں رہے۔ حق تو یہ ہے: جسے مرنا ہی ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرے اور خود کو اصحابِ قبور سے جانے۔ موت اگرچہ دور ہے، مگر چونکہ وہ آ رہی ہے، اس لئے قریب ہے۔ دنیا اور اس کی لذتیں، اگرچہ قریب و نزدیک ہیں، لیکن چونکہ یہ ایک دن ہم سے چھوٹ جائیں گی، اس لئے یہ نزدیک ہو کر بھی دور ہیں۔ اسی طرح کے مفہوم کو حدیث میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عقلمند وہ ہے، جو اپنے نفس کی خواہشات کو دبائے اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے کچھ عمل اور تیاری کرے۔ (اسی طرح امام غزالی نے بیان فرمایا۔)

یہ تیاری کس طرح کرے؟

ہر شخص جانتا ہے کہ: انسان جب کسی کام کو یاد رکھتا ہے، تبھی اس کی تیاری میں کرتا ہے۔ جیسے کسی انسان کو سفر کرنا ہے یا حاجی کو حج پر جانا ہے، تو جب اسے اپنا سفر یا حج یاد رہے گا، تبھی تو اس کی تیاری کرے گا۔ بلکہ جب تک اس کا ذکر اور دھیان بار بار نہ آئے، اس کی مکمل تیاری نہیں کر سکتا ہے۔ اور کسی کام کا دھیان بار بار تبھی آئے گا، جب یاد دلانے والی چیزیں یا باتیں سنتا رہے اور جو علامات و

نشانیاں اس پر تنبیہ کرنے والی ہیں، ان پر بھی غور کرتا رہے۔ اس لئے اگر ہم قرآن کریم کا مطالعہ غور سے کریں۔ تو مولیٰ کریم نے قرآن کریم میں سورۂ فاتحہ میں (مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) سے لے ہر سورت میں موت کے مقدمات، موت کی علامات ونشانیاں، موت کی آگے پیچھے کی باتیں، عالمِ آخرت، عالم بَرزَخ غرض یہ کہ قبر و قیامت، جنت و دوزخ وغیرہ متعلقاتِ آخرت۔ بندوں کا جن کو بار بار یاکرنا ضروری ہے اوراس میں اپنی فکر و بصیرت کو استعمال کرنا بھی لازم ہے۔ میں سے کوئی نہ کوئی بات بیان کی ہے۔ ہر مؤمن کو چاہئے کہ اوپر ذکر کئے گئے ان تمام احوال و حالات کوخود پڑھتا رہے یا علما سے سنتا رہے اور ہمیشہ ان کو دھیان میں رکھے۔ تاکہ وہ موت کے بعد کی تیاریوں میں لگ سکے۔ ہر انسان کے سفر کا وقت آنے والا ہے۔ اور ہر شخص کی عمر دن بدن گھٹ رہی ہے۔ لیکن لوگ پھر بھی اس سے کس قدر غافل ہیں۔ اسی غفلت کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں بیان فرماتا ہے: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیاء:۱)

ترجمہ: لوگوں کا حساب قریب پہنچنے والا ہے۔ اور وہ غفلت میں پڑے اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ (پارہ:۱۷)

اب ہم اس کتابچہ میں کتبِ تفسیر و حدیث اور احیاء العلوم وتنبیہ الغافلین وغیرہ کتابوں کے حوالہ سے موت کے ذکر کی فضیلت، موت کے آگے پیچھے کے حالات، اس کی سختیوں، انسان کے موت سے غافل رہنے کے اسباب و وجوہات اور قبر و قیامت وغیرہ کے بارے میں بیان کریں گے۔ تاکہ یہ کتابچہ ہمارے دینی ایمانی بھائیوں کی غفلت کو دور کر کے انہیں آخرت کی تیاری کیلئے آمادہ کرنے پر مفید ثابت ہو۔

شہوات ولذات

ویسے تو آج کی اس جدید دنیا میں سائنس اورٹکنالوجی کی ایجادات نے انسان کو اپنے خالق و مالک مولیٰ کریم، قبر و قیامت اور اپنے انجام سے غافل کر دیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور آخرت یا موت سے جو چیز سب سے زیادہ غافل کرنے والی ہے، وہ ہیں اس کی وہ خواہشات اور لذتیں، جن میں وہ ہر وقت ڈوبا رہتا ہے۔ جن کا وہ عاشق و دیوانہ ہے۔ انہیں خواہشات ولذات کی دیوانگی کی وجہ سے وہ موت کو یاد نہیں کرتا ہے۔ اور اگر خدا کا کوئی بندہ اسے یاد دلائے، تو اس کو وہ برا جانتا ہے، اس سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آج ہماری قوم موت اور قبر و قیامت وغیرہ کے بیان کرنے والے علما و واعظین سے بھاگتی ہے۔ اور جھوٹے قصے کہانی سنانے والوں اور من کو خوش کرنے والے چٹکلے بازوں سے خوش رہتی ہے۔

کہاں تک بھاگو گے؟

اللہ تعالیٰ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر (۸) میں ارشاد فرماتا ہے: **قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** (پارہ:۲۸)

ترجمہ: اے محبوب! ان سے دوٹوک فرمادو: بیشک وہ موت جس سے تم بھاگ رہے ہو، وہ تمہیں آکر رہے گی۔ پھر تمہیں غیب اور شہادت یعنی ظاہر و باطن جاننے والے (خالق و مالک) کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، وہ تمہیں بتائے گا تمہاری ایک ایک کرنی۔

یعنی کافروں کو ان کے کفر کا اور بدکاروں کو ان کی ڈھکی چھپی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ اس آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ: موت سے فرار یا نفرت انسان کو اس سے بچا نہ پائے گی۔ تو اب عافیت اور عقلمندی اسی میں ہے کہ انسان اپنے مولیٰ سے محبت کرتے ہوئے موت کی تیاری میں لگ جائے۔ کیونکہ انسان موت سے نفرت کرے یا محبت، بہر حال اس کو موت کے گھاٹ اترنا ہے۔

اگر وہ مولیٰ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق اپنے دل میں رکھے گا، تو مولیٰ کریم بھی اس کی ملاقات کو چاہے گا۔ اور موت سے پہلے مولیٰ کریم یا تو اسے اس کی موت سے آگاہ فرما دیتا ہے یا اسے وصیت و نصیحت کی کچھ مہلت دے دیتا ہے۔ لیکن جو موت سے بھاگتے ہیں اور اس کی تیاری نہیں کرتے ہیں یا مولیٰ کی ملاقات سے نفرت کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو نا تو مہلت و فرصت دی جاتی ہے اور نا ہی ایسے لوگوں کا مرنا اسکو پسند ہے۔ بہر حال!

اس جائی چاہے بس جائی جانا پیا کے دُوار

خیال رہے!

فطری اور طبعی طور پر اولیا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے مشتاق بندوں کو چھوڑ کر ہر انسان موت سے بھاگنا چاہتا ہے یا موت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ تو ایسے لوگ قرآن کریم کی اس آیت کے حکم کی زد میں نہیں آتے ہیں۔ کیونکہ اِس طبعی چیز سے بچنا انسان کے لئے بڑا مشکل ہے۔ ایسے لوگ اس حدیث کے حکم میں نہیں آتے، جس میں فرمایا گیا: جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو نا پسند کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔

ایسا انسان موت سے کراہت یا اس کی ناپسندیدگی میں معذور ہے۔ کیونکہ وہ

اللہ تعالیٰ کی ملاقات یا موت سے نفرت نہیں کر رہا ہے، بلکہ اپنے قصور اور کوتاہیوں کی وجہ سے اس بات سے ڈر رہا ہے کہ مولیٰ کریم اس کی ملاقات کو پسند نہ کرے یا اس کی ملاقات فوت نہ ہو جائے۔

امام غزالی فرماتے ہیں: اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی مُحِب یا دوست اپنے محبوب یا دوست سے ملاقات میں اس لئے تاخیر کر رہا ہے، تاکہ اپنے محبوب اور دوست کی مرضی کے مطابق ملاقات کی تیاری کر لے۔ تو ایسے شخص کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے محبوب یا دوست کو یا اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔

یہی حال اس شخص کا ہے جو موت کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اس کے سچے ہونے کی پہچان یہ ہے کہ: وہ ہمیشہ اس کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہیں رہتا ہے۔

حکایت: اگلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا۔ اس نے ایک بڑے سفر کی تیاری کی۔ اس نے طرح طرح کے عمدہ لباس اور عمدہ سے عمدہ سواریاں طلب کیں۔ ان میں سے سب سے بہتر لباس پہن کر سب سے عمدہ سواری پر سفر شروع کیا۔ تبھی اس کے پاس ابلیس آ پہنچا۔ اس نے بادشاہ کے دماغ میں غرور و گھمنڈ پیدا کر دیا۔ جب وہ اپنے جاہ و حشم اور لاؤ لشکر کے ساتھ شان سے سفر کر رہا تھا اور گھمنڈ کی وجہ سے کسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کر رہا تھا۔ اچانک ایک شکستہ حال شخص اس کے پاس آیا اور اس نے بادشاہ کو سلام کیا۔ اس نے گھمنڈ میں جواب نہ دیا۔ تو اس آنے والے شخص نے اس کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ بولا: لگام چھوڑ، مجھے ایک ضروری کام درپیش ہے۔ تو آنے والا بولا: مجھے بھی تجھ سے ایک ضروری کام ہے۔ بادشاہ بولا: اچھا رُکو مجھے سواری سے اترنے

دو۔ آنے والے شخص نے کہا: نہیں ابھی فوراً سواری پر ہی کام ہے۔ اور اپنی قوت سے اس کی سواری کی لگام کو پکڑ کر روک دیا۔ تو بادشاہ بولا: اپنی ضرورت بیان کرو۔ آنے والے شخص نے کہا: نہیں، وہ راز کی بات ہے، کان میں کہوں گا۔ جیسے ہی اس نے بادشاہ کے کان میں کہا: میں ملک الموت ہوں۔ بادشاہ کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا، زبان گنگ ہوگئی اور اضطرابی کیفیت میں بولا: مجھے کچھ مہلت دو۔ اپنی ضروریات پوری کر لینے دو۔ اہل وعیال کے پاس پہونچنے دو۔ انہیں کچھ وصیت ونصیحت اور الوداعی سلام تو کر لینے دو۔ آنے والے شخص نے کہا: نہیں اب تم کبھی بھی اپنا مال اور اپنے اہل وعیال کو نہ دیکھ سکو گے۔ اور اس کی روح قبض کر لی۔ وہ بادشاہ ایک سوکھی لکڑی کی طرح سواری سے گر گیا۔

پھر ملک الموت آگے بڑھے اور اسی حالت میں ایک بندۂ مومن سے ملے، انہیں بھی سلام کیا۔ اس بندۂ مومن نے سلام کا جواب دیا۔ اور جب انہوں نے اس بندۂ مؤمن سے کہا: مجھے تم سے ایک ضرورت ہے، جو میں آپ کے کان میں کہوں گا۔ مومن نے کہا: آیئے۔ جب انہوں نے یہ کہا: میں ملک الموت ہوں۔ تو وہ بندۂ مومن بولے: مرحبا! خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہو! جن کا انتظار تھا۔ قسم اللہ کی! روئے زمین پر غائب اور موجود چیزوں میں میں آپ ہی کی آمد اور ملاقات کا منتظر وخواہشمند تھا۔

ملک الموت نے ان سے فرمایا: تم اپنی جس ضرورت کے لئے نکلے ہو، اس کو پورا کر لو۔ تو وہ بندۂ مومن خداوند قدوس کے محب ودیوانے بولے: مجھے اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے بڑھ کر اب کوئی ضرورت نہیں۔ پھر ملک الموت نے کہا: تم جس حالت کو پسند کرتے ہو، میں اسی حالت پر تمہاری روح قبض کروں گا۔ تمہیں

اختیار ہے۔تو بندہ ٔمومن نے کہا: کیا تم اس بات پر قادر ہو؟ تو ملک الموت بولے: ہاں مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔خدا کے اس بندہ نے کہا: تو مجھے وضو کر لینے دو، میں نماز پڑھونگا۔ جب میں سجدہ میں جاؤں تب میری روح قبض کر لینا۔ملک الموت نے ایسا ہی کیا اور ان کی روح اسی وقت قبض کی، جب وہ اپنے معبود کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھے۔(روح البیان)

حکایت کا خلاصہ

اس حکایت سے پتا چلا: جولوگ اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار ہوتے ہیں، وہ ہر وقت موت کی تیاری میں رہتے ہیں اور مولیٰ کریم کی ملاقات کو بھی پسند کرتے ہیں۔اور مولیٰ کریم بھی اپنے کرم سے ایسے لوگوں کو اچھی موت کی مہلت وفرصت عطا فرماتا ہے۔

ہاں موت کی جس طبعی وفطری کراہت و ناپسندیدگی کا میں ابھی ذکر کر کے آیا ہوں، وہ اگر دنیا کی لذت میں پھنسنے کی وجہ سے ہے،تو البتہ بری ہے۔لیکن اگر مولیٰ کریم کی بارگاہ میں حساب وکتاب اور فرشتوں کے سوالات وجوابات وغیرہ کے خوف سے ہو،تو اس میں انسان معذور ہے۔جیسا کہ حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے: انہوں نے اپنی ماں سے کہا: امی کیا آپ موت کو پسند کرتی ہیں؟ وہ بولیں: نہیں۔تو آپ نے عرض کی: کیوں؟ ماں نے کہا: بیٹے! اگر میں کسی انسان کی نافرمانی کر دوں،تو میں اس سے ملنا نہیں چاہوں گی۔تو اب میں اس کی ملاقات کو کیسے چاہوں، مجھ سے جس کی نافرمانی ہو چکی ہے۔(روح البیان)

میں سمجھتا ہوں ماں نے اپنے بیٹے سے یہ تو اضعاً کہا ہوگا۔

دھیان رہے!

اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ: موت کے جو ظاہری اسباب ہیں، ان سے بھاگنا یا بچنا نہیں چاہئے۔ جیسے: گھروں کو جلا دینے والی آگ، سیلاب، درندے وغیرہ اور بھی وہ چیزیں جن سے انسان کی جان جانے کا خطرہ ہو۔ ان سے بھاگنے میں انسان معذور ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ: اسے ایسے مُہلِک اسباب سے اپنے آپ کو بچا لازم ہے۔ اسی حکم میں وہ بیماریاں بھی آجائیں گی، جن سے انسان بچتا ہے یا علاج و معالجہ کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سب احتیاطیں ایمان و یقین کے منافی اور خلاف نہیں ہیں۔ (اسی طرح کا بیان روح البیان میں ہے۔)

موت کے بارے میں لوگوں کی قسمیں

امام غزالی اپنی کتاب اِحیاءُ العلوم میں فرماتے ہیں: دنیا میں تین طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

(۱) وہ جو دنیا کی لذات وخواہشات میں ڈوبا ہے۔ (۲) وہ جس نے ابھی جلدی توبہ کی ہے۔ (۳) وہ جو عارف ہو۔

جو دنیا میں ڈوبا ہوا ہے وہ موت کو یاد ہی نہیں کرتا۔ اور اگر کبھی کرتا بھی ہے، تو اپنی دنیا کے جاتے رہنے کی وجہ سے کرتا ہے۔ اور وہ موت کی برائی کرنے لگتا ہے یا موت کو برا سمجھتا ہے۔ ایسے شخص کو موت کی یاد یا موت کا دھیان اللہ تعالیٰ سے اور دور کر دیتا ہے۔

اور توبہ کرنے والا موت کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ تا کہ اس کے دل سے خوف اٹھ جائے اور اپنی توبہ مکمل کر لے۔ اور اگر کبھی کبھار وہ موت کو برا جانتا ہے، تو اس

لئے کہ: کہیں کامل توبہ اور آخرت کے توشہ کی تیاری سے پہلے موت نہ آجائے۔ ایسا شخص موت کو ناپسند کرنے والوں میں نہیں آتا اور نہ اس حدیث کے حکم میں، جس کو ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔

اور وہ شخص جو عارف ہے، موت کو ہمیشہ یاد کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ محبوب سے ملاقات کا ذریعہ اور وعدہ ہے۔ اور محبوب اپنے محب کے وصال و ملاقات کے وعدہ کو کبھی نہیں بھولتا۔ ایسا شخص موت کو پسند کرتا ہے۔ اکثر اس کی جلدی کرتا ہے۔ اور اس کے آنے سے خوش ہوتا ہے۔ تاکہ گناہ گاروں کی دنیا سے نکل کر مولیٰ کریم کے قرب و جوار میں پہنچ جائے۔ تصوف و اخلاق کی کتابوں میں صلحا و عارفین کے اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔

حضرت حذیفہ کا حال

روایت میں آیا ہے: جب حضرت حذیفہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا: حبیب و دوست، فقر و احتیاج کے وقت آیا۔ جو نادم و شرمندہ ہو اسے فلاح نصیب نہ ہو۔ (اور مولیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کی:)

اے میرے معبود! اگر میرے لئے غربت و مفلسی مالداری سے، بیماری صحّت سے اور موت زندگی سے بہتر ہو، تو مجھ پر موت آسان کر دے۔ تاکہ میں تجھ سے ملاقات کروں۔ (احیاء العلوم)

اسی سے ملتا جلتا مفہوم درج ذیل دعا کا ہے۔

خیال رہے

ابھی پیچھے بتایا کہ موت کی تمنا کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر کوئی موت کی تمنا کرنا ہی چاہتا ہے، تو اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرے:

اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مَا کَانَتِ الۡحَیَاۃُ خَیۡرًا لِیۡ وَ تَوَفَّنِیۡ اِذَا کَانَتِ الۡوَفَاۃُ خَیۡرًا لِیۡ، اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِی الۡمَوۡتِ وَ فِیۡمَا بَعۡدَ الۡمَوۡتِ۔

اے اللہ! جب تک میرے لئے حیات و زندگی بہتر ہو، مجھے زندہ رکھ۔ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو، تو مجھے آسان موت عطا فرما۔ اے اللہ میری موت میں برکت دے اور موت کے بعد بھی۔ (مفاتیح الجنان)

خلاصۂ بیان: توبہ کرنے والا موت کی کراہت و ناپسندگی میں معذور ہے۔ اور یہ عارف موت کی تمنا و چاہت میں معذور ہے۔ لیکن ان دونوں سے بڑا ایک اور درجہ ہے: اور یہ ہے ان لوگوں کا، جو اپنا سارا معاملہ اپنے مولیٰ کریم کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے لئے نہ موت پسند کرتے ہیں، نہ زندگی۔ وہ تو صرف وہ پسند کرتے ہیں جو ان کا مولیٰ چاہتا ہے۔ لیکن یہ وِلا و محبت کا بڑا اعلیٰ مقام ہے۔ یہی مقامِ تسلیم و رضا ہے۔ یہی انسان کی زندگی کی غرض و غایت ہے۔ مگر ہم لوگ تو بڑے کم ہمت اور کمزور قسم کے لوگ ہیں۔ اگر مولیٰ تعالیٰ ہمیں توبہ کرنے والوں میں ہی مقبول و منظور کر لے، تو اس کا بڑا احسان ہے۔ بہر حال موت کے ذکر و دھیان میں بھی فضیلت و ثواب ہے۔ جو انسان دنیا کی لذتوں میں ڈوبا ہوا ہے، وہ بھی موت کے دھیان سے فائدہ اٹھا تا ہے۔ اس طور پر کہ دنیا سے کنارہ کشی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کیونکہ موت کا تصور و دھیان اس کے عیش و عشرت کو تلخ اور بے مزہ کر دیتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کی لذات و خواہشات کو گھٹائے، جان لو وہ اس کی نجات کا سبب ہے۔

موت کے تصور و دھیان کی فضیلت

انسان موت کو جس طرح سے بھی یاد کرے، اس میں ثواب ہے۔ جیسا کہ ہم پیچھے حدیث بیان کر کے آئے ہیں۔ **لذات و خواہشات کو توڑنے والی موت کو**

کثرت سے یاد کرو۔ اس حدیث کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ جب انسان کا دھیان موت کی طرف جاتا رہے گا، تو وہ اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ رہے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

موت کے بارے میں جس طرح انسان جانتا ہے، اگر چوپائے اور جانور جان لیتے، تو تمہیں ایک بھی موٹا جانور کھانے کو نہ ملتا۔ (احیاء العلوم)

حدیث کا مطلب صاف ہے کہ: اگر جانوروں کو بھی موت کا علم ہوتا، تو وہ موت کے خوف سے سوکھ کر تانت ہو جاتے۔ اسی لئے انسانوں کو موت کے ذکر کا حکم دیا گیا، تاکہ وہ جانوروں کی طرح موت سے غافل نہ رہیں۔ کیونکہ موت سے غفلت انسان کو دنیا کی لذات وخواہشات میں ڈبو دیتی ہے۔ اور وہ آخرت کی تیاری سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

موت ہر مومن کے لئے کفارہ ہے۔ (احیاء العلوم)

اس حدیث میں مومن سے وہ سچا مومن مراد ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس میں مؤمنانہ اخلاق وصفات موجود ہوں، اس نے اپنے آپ کو گناہ کبیرہ سے محفوظ رکھا ہو اور فرائض الٰہیہ کو ادا کرتا ہو۔ ایسے مسلمان کی موت اس کو گناہ صغیرہ وغیرہ سے پاک کر دیتی ہے۔

زیادہ ہنسنا بھی نقصان دہ ہے

حضرت عطا خراسانی فرماتے ہیں: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مجلس سے گزر ہوا، جس میں بلند آواز سے ہنسی ٹھٹھا ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اپنی مجلس میں لذتوں کو گھٹانے والی چیز کو شامل کر لو۔ لوگوں نے عرض کی: حضور لذتوں کو گھٹانے والی کیا چیز ہے؟ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: موت۔ (احیاء العلوم)

دنیا سے بے رغبتی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ کیونکہ موت کا تصور انسان کو گناہوں سے پاک وصاف اور دنیا سے بے رغبت کر دیتا ہے۔

ایک حدیث میں اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انسان کو موت کا واعظ وناصح ہی کافی ہے۔ (احیاء العلوم)

یعنی اگر اسے دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی یاد دلانے والا کوئی نہ بھی ہو، تو موت کا تصور ہی کافی ہے۔

ہنستے کم روتے زیادہ

ایک مرتبہ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ کچھ لوگ باتیں کر کے ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: موت کو یاد کرو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے، تو ہنسنا بند کر دیتے اور ہر وقت روتے ہی رہتے۔ (احیاء العلوم)

موت کو یاد کرنا بھی نیکی ہے

ایک مرتبہ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر ہوا، لوگوں نے اس کی خوب تعریف کی۔ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا وہ ساتھی موت کو یاد کرتا ہے یا نہیں؟ ان لوگوں نے عرض کیا: حضور! ہم نے اسے موت کو یاد کرتے ہوئے تو نہیں سنا۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا وہ ساتھی اس مقام ومرتبہ کا نہیں، جس مقام ومرتبہ کا تم اسے سمجھتے ہو۔ (احیاء العلوم)

اس حدیث سے پتہ لگا کہ موت کو یاد کرنا نیکی بھی ہے۔ اور اس کا تصور و دھیان باعث فضیلت بھی ہے۔

لوگوں میں عقلمند کون؟

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ انصار میں سے ایک صاحب نے پوچھا: یا رسول اللہ! لوگوں میں زیادہ عقلمند اور مرتبہ والا کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کی تیاری میں زیادہ لگا رہے۔ وہی دانا و عقلمند ہے اور وہی دنیا و آخرت کی عزت و بزرگی حاصل کرنے والا ہے۔ (احیاء العلوم)

اس حدیث سے معلوم ہوا، عقلمند لوگ ہی موت کو یاد کرتے ہیں۔ اور جو موت سے غافل ہیں، وہ عقلمند نہیں۔

ائمہ اور اولیا کی نظر میں موت

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: موت نے دنیا کو ذلیل و رسوا کر دیا اور عقلمند کیلئے خوشی کا نام نہ چھوڑا۔ (احیاء العلوم)

حضرت حسن بصری کے اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ عقلمند لوگ دنیا کی خواہشات و لذات اور خوشیوں میں پڑ کر موت سے غافل نہیں ہوتے۔ بلکہ خوشیوں کے موقعہ پر بھی شریعت کی حدود میں رہ کر ہی خوشیاں مناتے ہیں۔

مؤمن کس چیز کا انتظار کرتا ہے؟

حضرت ربیع بن خثیم فرماتے ہیں: مومن اگر کسی غائب اور غیر موجود چیز کا انتظار کرے، تو موت سے بہتر اس کے لئے کوئی چیز نہیں۔ اور فرمایا کرتے تھے: جب میں مروں تو میری خبر کسی کو نہ کرنا۔ بلکہ مجھے آہستہ سے میرے رب کی طرف کھسکا دینا (بھیج دینا۔)

لطیفہ: ایک حکیم نے اپنے بھائی کو خط لکھا: اے بھائی! اس ناپائیدار دنیا میں موت سے ڈرتے رہو، اس سے پہلے کہ تم ایسی دنیا میں چلے جاؤ، جہاں موت کی تمنا کرو، لیکن نہ پاؤ۔

دو چیزوں نے دنیا کو بے لذت کر دیا

حضرت ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: دو چیزوں کے ذکر و دھیان نے دنیا کی لذت مجھ سے دور کر دی۔

(۱) موت کے تصور نے (۲) کل قیامت میں خداوند قدوس کے سامنے کھڑے ہونے کے دھیان نے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں: جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے، اس پر دنیا کی مصیبتیں اور رنج آسان ہو جاتے ہیں۔

حضرت مطرف فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا، بصرہ کی مسجد میں کوئی کہنے والا یوں کہہ رہا ہے: موت کے تصور نے خوف رکھنے والوں کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ قسم اللہ! کی اب وہ ہوش میں نظر نہیں آتے۔

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ فرماتے: جب ہم امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس جایا کرتے تھے، تو انہیں صرف موت، آخرت اور دوزخ کا ذکر کرتے

ہوئے پاتے تھے۔(احیاء العلوم)

یہ تھے شریعت وطریقت کے جلیل القدر امام۔اور یہ تھا ان کا تصورِ موت اور خوفِ آخرت۔حقیقت میں یہی حضرات عقلمند تھے۔کثیر عبادات، زھد وتقویٰ اور بڑے بڑے صحابہ کی صحبت اٹھانے کے باوجود کس قدر موت سے ڈرا کرتے تھے۔اور ہر وقت اس کے ہی دھیان وتصور میں گم رہتے تھے۔

موت سخت دل کو نرم کرتی ہے

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اپنے دل کی سختی کی شکایت لے کر آئی۔تو سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: تم موت کو کثرت سے یاد رکھا کرو، اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور دل میں لچک پیدا ہوگی۔اس نے ایسا ہی کیا۔(یعنی ان کے بتائے ہوئے فارمولہ پر عمل کیا) تو اس کا دل نرم ہو گیا۔پھر وہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکریہ ادا کرنے کے لئے آئی۔(احیاء العلوم)

انسان احساس کرے یا نہ کرے، دل کی سختی بہت خطرناک بیماری ہے۔دل کی قساوت وسختی ہی کی بنیاد پر انسان بہت سی عبادتوں اور نیکیوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

دل کی سختی ونرمی کی علامت

ہر انسان اپنے بارے میں غور کر کے اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا دل سخت ہے یا نرم؟ وہ اس طور پر کہ وہ اپنے دل میں جھانکے۔آیا اس کا دل نیکی اور عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس میں لذت وحلاوت اور سکونِ قلب وغیرہ پاتا

ہے یا نہیں؟ ذکر و بیان کی مجلسوں میں اس کا دل لگتا ہے یا نہیں؟ نیک لوگوں اور علمائے حق سے محبت کرتا ہے یا نفرت؟

اگر عبادت، نیکی، ذکر و بیان میں اس کا دل لگتا ہے اور سکون ملتا ہے، علما و صالحین سے محبت کرتا ہے، تب تو معاملہ صحیح ہے، یعنی دل کی زمین قابلِ کاشت ہے بنجر نہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے، یعنی اس طرح کے عیوب اور کمزوریاں اپنے اندر پائے، تو جان لینا چاہئے کہ اس کا قلب قاسی اور سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اب اسے فوراً اس کے علاج کی فکر کرنا چاہئے۔ اور اس طرح کی بیماری کا علاج سائنس اور ٹکنالوجی کے ڈاکٹر نہیں کریں گے، بلکہ قرآن و حدیث کے ماہر عالم و عامل اور صاحبِ بصیرت حضرات ہی ان روحانی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف مرجوع کرے اور ان کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہ کرے۔ اور دعا و علاج کی درخواست کرے۔ جیسا کہ وہ خاتون اپنی بیماری کا احساس کر کے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اپنی بیماری بلا جھجھک بیان کی اور اس کے علاج کی درخواست کی۔ اور دوسرے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موت کا ذکر و دھیان دل کی سختی کی بیماری کا مُجرَّب و کامیاب علاج ہے۔ جیسا کہ قرآن کی تلاوت اور صالحین کی صحبت سے سخت دل نرم ہوتے ہیں۔ اللہ والوں کی تو کیفیت عجیب تھی۔ موت کے ذکر کے وقت ان کی عجیب حالت ہو جاتی تھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد سے خون ٹپکنے لگتا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کا تو یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے موت اور قیامت کا ذکر ہوتا، تو اتنا روتے کہ آپ کے بند (جوڑ) ڈھیلے پڑ جاتے۔ پھر جب خداوند قدوس کی رحمت کا ذکر ہوتا، تو سانس

اپنی حالت پر آتی۔(احیاء العلوم)

حضرت عمر بن عبد العزیز رونے لگے

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز نے کسی عالم سے کہا: مجھے پند و نصیحت کیجئے۔ انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا: خلفا اور حاکموں میں تم اول نہیں مرو گے۔ (یعنی تم سے پہلے جو حاکم و خلفا ہوئے ہیں، انہیں موت آ چکی ہے۔) آپ کو بھی موت آنی ہے۔ آپ نے کہا: کچھ اور نصیحت فرمایئے۔ انہوں نے اس سے بڑھ کر نصیحت کی اور بولے: آپ کے آبا و اَجداد میں آدم علیہ السلام تک کوئی ایسا نہیں، جس نے موت کو مزہ نہ چکھا ہو۔ اور اب تمہاری بھی نوبت آنے کو ہے۔ تو حضرت عمر بن عبد العزیز پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ (احیاء العلوم)

غور کیجئے اس اثر و حدیث کی ایک ایک بات کیسی نفس الامری اور حقیقت پر مبنی ہے۔ عمر بن عبد العزیز سے پہلے جتنے بھی خلیفہ اور حاکم گزرے ہیں، سبھی کو موت آئی۔ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا، جسے موت سے چھٹکارا ملا ہو۔ اور ان کے والد سے لے کر سیدنا آدم علیہ السلام تک جتنی نسلیں اور جتنے باپ دادا ہوئے، ان سب نے بھی موت کا مزہ چکھا۔ کوئی بچا تو نہیں۔

ایسے حق گو اب کہاں؟

کیسے حق گو تھے اس زمانے کے عالم! طاقتور، فل پاور خلیفہ و حاکم کے سامنے بلا کسی تردد و خوف کے حقیقت پر مبنی باتیں بیان کر دیا کرتے تھے۔ اور کس قدر حق پسند، حق پرست اور حق کے طلبگار تھے اس زمانے کے حاکم، کہ حق گو لوگوں کو دعوت دے کر حق پر مبنی وصیت و نصیحت کے سننے کے متمنی رہتے تھے۔ افسوس!

اب اس زمانہ میں حق سننے والے ایسے افراد کہاں؟ اور افسوس در افسوس!!! بغیر کسی خوف کے حق گوئی و بے باکی سے وصیتیں اور نصیحتیں کرنے والے واعظین و ناصحین اب کہاں؟ ہائے خود غرضی اور مفاد پرستی نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ نہ دین کا نہ دنیا کا۔ اس نصیحت کی روشنی ہم میں سے ہر ایک کو اپنے بارے میں بھی غور کرنا چاہیئے، کہ آدم علیہ السلام تک ہمارے باپ داداؤں میں کوئی ایسا ہے، جو باقی رہا ہو؟ نہیں! کوئی نہیں! سب نے موت کا مزہ چکھا اور ایک دن موت کے گھاٹ اتر گئے۔ تو جو انجام ان کا ہوا، وہی تمہارا بھی ہوگا۔

موت کو یاد کرنے کا ایک طریقہ

حضرت ربیع ابن خیثم نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی اور دن میں کئی بار اس میں لیٹا کرتے تھے۔ اور اس طریقہ سے موت کو ہمیشہ یاد کرتے تھے۔ اور کہتے تھے: اگر ایک لمحہ کے لئے بھی موت سے میرا دھیان ہٹ جائے، تو میرا دل فاسد و خراب ہو جائے۔ (احیاء العلوم)

یہ سیرت اور آداب زندگی تو اللہ والوں کے ہیں، کہ ہر لمحہ ایک ہی تصور قائم رہتا تھا۔ ہم عام لوگ اس مقام کو کہاں پہنچ سکتے ہیں؟ مگر ہر مومن کو اس طرح غافل بھی نہیں ہونا چاہیئے، جیسی غفلت آج دیکھی جا رہی ہے۔

موت کا دھیان

حضرت عمر بن عبد العزیز نے عنبسہ سے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ اگر تم کو عیش و عشرت اور وسعت و کشادگی کی زندگی حاصل ہوگی، تو وہ (موت) اس کو تم پر تنگ رکھے گی۔ (یعنی موت کا دھیان عیش و عشرت کی وجہ سے تمہیں خدا کی نافرمانیوں میں مبتلا کر کے اس کی ناشکری پر نہیں ابھارے گا۔

کیونکہ انسان جب عیش وعشرت پاتا ہے، تو اس کا نفس نافرمانیوں پر ابھارتا ہے۔) اور اگر تم تنگ دستی کی زندگی گزار رہے ہوگے، تو موت کی یاد اس تنگ دستی کو کشادہ اور سکون کی زندگی پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی ناشکری سے بچائے گی۔

کیونکہ انسان کی فطرت ہے، جب وہ غربت و مفلسی میں مبتلا ہوتا ہے اور دوسروں کے عیش وعشرت دیکھتا ہے اور موت کا تصور و دھیان اس کے دل و دماغ میں نہیں ہوتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ لیکن جب موت کا تصور و دھیان ہوگا تو وہ اس تنگی کو ہلکا کر دے گا۔

دل میں موت کا دھیان کیسے جمائیں؟

سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: موت بہت ہولناک چیز ہے۔ اس کا خطرہ بہت بڑا ہے۔ اور موت جتنی خطرناک ہے، لوگ اس سے کئی گنا زیادہ غافل ہیں۔ اور لوگوں کی غفلت اس لئے ہے کہ: اس کا ذکر و دھیان بالکل نہیں کرتے ہیں یا بہت کم کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی تھوڑا بہت ذکر و دھیان کرتا بھی ہے، تو دل کو فارغ اور صاف کر کے نہیں کرتا۔ بلکہ دل میں دنیا کی خواہشات اور لذتیں بھری ہوتی ہیں۔ اس لئے موت کا تھوڑا بہت ذکر و دھیان دل میں کوئی اثر نہیں کرتا۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے: انسان اپنے دل کو موت کے علاوہ اور جو چیزیں اس کے سامنے ہیں، ان سے خالی کر لے۔ جیسے کوئی مسافر کسی خطرناک جنگل میں سفر کرے یا جہاز میں سوار ہو کر سمندر میں سفر کرے، تو اسے اس سفر کے علاوہ کوئی دوسری فکر نہیں رہتی۔ اسی طرح موت کی یاد جب دل میں رَچ بَس جائے گی، تو اس کے دل پر اثر کرے گی اور اس کی عیش پرستیوں، لذت طلبیوں اور دنیا کی بے جا خوشیوں میں یقیناً کمی ہوگی۔ اور دل میں نرمی بھی پیدا ہوگی۔

اس کے اور مؤثر طریقے وہی ہیں، جو ہم پیچھے بیان کر کے آئے ہیں۔ کہ اپنے ہم عمر ہم زمانہ لوگ، جو مر چکے ہیں، انہیں یاد کرے۔ ان کے عہدے، ان کے مرتبے، ان کی بیٹھکیں، ان کی مجلسیں، ان کی یاریاں، ان کی گاڑیاں اور بڑے بڑے طاقت ور نوابوں، زمینداروں اور بادشاہوں کی عالیشان کوٹھیاں اور بلند و بالا مضبوط قلعے سب ان سے چھوٹ گئے۔ یہ بڑے بڑے نواب، زمیندار، طاقت ور بادشاہ سو سو برس دنیا میں رہنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ دنیا میں ہماری زندگی کتنی باقی بچی ہے؟ ایک سال، ایک مہینہ، ایک دن یا ایک گھنٹہ؟ ان میں سے کسی کو یہ خبر بھی نہ ہوگی کہ میرے ساتھ یہ معاملہ اچانک ہو جائے گا۔ کبھی یہ گمان بھی نہ کرتے ہوں گے کہ موت کا فرشتہ اچانک آجائے گا اور جنت یا دوزخ کا مژدہ سنا دے گا۔ اِنْ کَانَ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ کَانَ شَرًّا فَشَرٌّ (یعنی اگر نیک تھا تو جنت کا مژدہ، اور بد تھا تو بدی کا انجام بد۔)

ہر دن ایک عبرت

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: کیا تم غور نہیں کرتے کہ ہر دن ایک نہ ایک صبح کے مسافر یا شام کے مسافر کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے لئے تیار کر دیتے اور اس کو زمین کے ایک غار میں رکھ دیتے تھے۔ اور وہ مرنے والا مٹی کو اپنا تکیہ بنا لیتا، دوست واحباب اور عزیز و اقارب کو پیچھے چھوڑ جاتا اور اس کا مال و اسباب، کوٹھیاں اور بلڈنگیں سب پیچھے رہ جاتیں۔ یعنی لوگ اسے تنہا قبر میں دفن کر کے چلے آتے۔ (تلخیص از احیاء العلوم)

موت کو یاد کرنے کا ایک اور طریقہ

موت کو یاد کرنے کے کچھ طریقے تو ہم ''موت کو کیسے یاد کریں؟'' عنوان کے تحت ذکر کر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ موت کو یاد کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ: انسان وقتاً فوقتاً قبرستان جائے اور بیماروں کی عیادت کرے۔ اس سے بھی موت یاد آتی ہے۔ اور جب موت کا تصور غالب ہو جاتا ہے، تو موت ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ اور ظاہر ہے انسان ایسی صورت میں یقیناً موت کی تیاری کرے گا اور دنیا سے اس کا دل بیزار ہونے لگے گا۔ اور پھر آہستہ آہستہ ایک دن وہ دنیا سے کنارہ کش ہو جائے گا۔

ورنہ یاد رکھئے صرف زبان سے موت کو یاد کرنا یا اس کا چرچا کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اور اگر دیا بھی تو تھوڑا بہت۔ اور اگر اوپر دل سے یاد کیا، تو اس کا بھی کوئی خاص فائدہ نہیں۔ اس سے کوئی خوف و وحشت حاصل نہیں ہوتی۔ اصلِ یاد وہ ہے جو گناہ چھوڑا کر نیکیوں پر آمادہ کرے۔

جب دل دنیا کی طرف مائل ہو تو کیا کرے؟

جب کسی انسان کا دل دنیا کی طرف بہت زیادہ مائل ہونے لگے یا دنیا کی چیزوں سے بہت خوش ہو، تو اس کو چاہئے کہ وہ اسی وقت یاد کرے، مجھے تو ایک دن یہ چیز یا یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہے۔

حضرت مطیع نے ایک دن اپنے گھر کو دیکھا، تو انہیں اپنا گھر بہت اچھا لگا۔ جب گھر بہت اچھا لگا، تو آپ رونے لگے اور بولے: خدا کی! قسم اگر موت نہ ہوتی، تو میں تجھے ضرور پسند کرتا اور تجھ سے خوش ہوتا۔ اگر ہمارا انجام و ٹھکانا

قبروں کی تنگی نہ ہوتی، تو ہماری آنکھیں ضرور دنیا سے ٹھنڈی ہوتیں۔ پھر آپ چیخ مار کر رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی آواز بلند ہوگئی۔ (احیاء العلوم)

اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں، جو دو دو سو برس رہنے کے لئے بیس بیس ایم ایم (M.M.) کی سَریوں کے کالم و پلَر سے بڑی بڑی کوٹھیاں بنوا رہے ہیں۔ کیا انہیں معلوم ہے کہ ان کی عمر کے کتنے گھنٹے، کتنے دن، کتنے مہینے یا کتنے سال باقی ہیں؟ یقیناً انہیں اس کا علم نہیں۔ تو جب بقیہ عمر کا علم نہیں، تو موت سے غافل بھی نہ رہیں۔

خدا کی طرف جانے کی تیاری کرو

اللہ تعالیٰ سورہ منافقون آیت (۹) میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۹) (پارہ:۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال، تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر (یا نماز سے) غافل نہ کرے۔ اور جو (دنیا میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کے ذکر یا دین سے) غافل ہوا، وہی لوگ گھاٹا اٹھانے والوں میں ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ذکر سے مراد نماز یا دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور ذکر باللسان سے مراد قرآن کریم کی تلاوت، تسبیح وتہلیل اور علم دین سیکھنا وسکھانا اور دوسری طاعت وبندگی وغیرہ۔

آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے: ایک مومن بندہ کو اس کی تجارت، اولاد کی پرورش وتربیت اور دنیا کی دوسری مشغولیات اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے، اس کے خوف، اس کی طاعت و بندگی، دین کی تعلیمات، تلاوت قرآن اور موت وغیرہ

سے دور یا غافل نہ کر دیں۔حدیث میں آیا ہے:

جب سورج طلوع ہوتا ہے،تو اس کے پہلو میں دو فرشتے اعلان کرتے ہیں۔اوران کے اعلان کو جنات وانسان کے علاوہ کل مخلوق سنتی ہے۔''دنیا والو! اپنے رب کی طرف جانے کی تیاری کرو۔وہ تھوڑا ذریعۂ معاش جو زندگی گزارنے کے لئے کافی ہو،اس کثیر مال ودولت سے بہتر ہے،جو خدا سے غافل کرے۔''

اس آیت وحدیث سے وہ حضرات نصیحت حاصل کریں، جو نفلی عبادات تو بہت دور کی بات ہے،اللہ تعالیٰ کے فرائض ہی وقت پر ادا نہیں کر رہے ہیں۔کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا؟اور کیا جواب دینگے قیامت میں اپنے مولیٰ کو؟

موت سے پہلے کچھ کرلو یا دے دو

اللہ پاک اسی سورت میں آگے فرماتا ہے:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ(۱۰) (پارہ:۲۸۔سورہ منافقون:۱۰)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے،موت آنے سے پہلے اس میں سے کچھ خرچ کرلو۔ورنہ جب موت کا فرشتہ آجائے گا (توتم پچھتاتے ہوئے) کہو گے: اے میرے رب! ہمیں کچھ مدت کی مہلت دے دے تاکہ ہم کچھ نیکی کر کے نیک لوگوں میں شامل ہوجائیں۔

اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں علما فرماتے ہیں: مومن کو چاہئے اللہ تعالیٰ کے فرائض (نماز،زکوٰۃ روزہ وغیرہ) وقت پر ادا کرنے میں جلدی کوشش کرے۔

موت مہلت کہاں دیتی؟

انسان نیک ہو یا بد، چھوٹا ہو یا بڑا جب اس کا لکھا وقت آجاتا ہے، تو وہ آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کی آخری آیت میں فرمایا:

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا آخری وقت آجائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (المنافقون:۱۱)

اس آیت مبارکہ کو پڑھ کر ہر مومن کو ہوش میں آجانا چاہئے۔ اس میں دو عظیم وشدید وعیدیں ہیں۔ (۱) وقت آنے کے بعد مہلت نہیں ملے گی۔ (۲) علیم وخبیر پروردگار کو ہمارے کئے ایک ایک کام کی خبر ہے۔ جس کا وہ بدلہ دے گا۔

اب اگر ہمارے پاس خیر اور بھلائی ہوگی، تو بہتر بدلہ دے گا۔ اور خدا نخواستہ شر اور گناہ کے علاوہ کچھ نہ ہوا، تو انجام خود ہی سوچ لو۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اللہ کے عذاب سے۔ لوگو! سبقت کرو خیر و بھلائی کی طرف اور تیاری کرلو آنے والی زندگی کی۔ مولیٰ کریم ہماری مدد فرما۔

خیال رہے!

انسان جب صحت مند اور تندرست ہو، اور اسے مال کی ضرورت بھی ہو، ایسے وقت میں راہ خدا میں مال خرچ کرنے میں فضیلت وثواب زیادہ ہے۔

ورنہ جب موت سامنے ہو، تو مال وارثوں کا ہوتا ہے اس کا نہیں۔ اس وقت خرچ کرنے میں وہ نفع وثواب نہیں ہے، جو صحت وتندرستی کے وقت خرچ کرنے میں ہے۔ اب تو اس کے لئے صرف حسرت وندامت اور شرمندگی ہے؟ ایسے

موقعہ پرمہلت کی تمنا کرنا بھی جہالت و نادانی ہے۔ کیونکہ اگر واقعی وہ دعویٰ ایمان میں سچا ہوتا اور آخرت پر پورا ایمان رکھتا، تو ضرور یہ یقین رکھتا کہ موت آنی ہے اور اس کا ایک وقت معین و مقرر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مقرر کیا ہے، اس میں مہلت و تاخیر ممکن نہیں۔ تو یقینی طور پر وہ اپنے کیے کا تدارک اور نا کیے کی بھرپائی کر لیتا۔ چونکہ کسی بھی انسان کو اپنے انجام کا علم نہیں ہے، اسی لئے کہنے والوں نے کہا ہے: لَا تَغْتَرِّ بِلِبَاسِ النَّاسِ فَاِنَّ الْعَاقِبَةَ مُبْهَمَةٌ.

لوگوں کے لباس اور ظاہر سے دھوکہ مت کھا، اس لئے کہ انجام ہر ایک کا مُبہم و پوشیدہ ہے۔ (کسی کو خبر نہیں) (روح البیان)

صحت و زندگی کی خیرات کو ثواب

حدیث میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان اپنی زندگی میں ایک درہم خرچ کرے، یہ ان سو درہموں سے بہتر و افضل ہے، جو اس کی موت کے وقت خرچ کئے جائیں۔ (مشکوٰۃ و روح البیان)

ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنی موت کے وقت صدقہ و خیرات کرتا ہے یا غلام آزاد کرتا ہے، وہ اس کی طرح ہے، جو پیٹ بھرے پہ ہدیہ دے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک صاحب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور آپ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! کون سے صدقہ میں ثواب زیادہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس حال میں (صدقہ کرنے میں ثواب زیادہ ہے) کہ تم تندرست ہو، تمہارا نفس صدقہ کرنے سے روک رہا ہو،

تمہیں غربت و مفلسی کو خوف ہو اور تمہیں مالداری کی امید ہو۔ یہ نہیں کہ تاخیر کرتے رہے یہاں تک کہ جب روح حلق کو آپہنچی (تو ہوش آیا) پھر تم کہو: اتنا فلاں کو دے دو اتنا فلاں کو دے دو۔ (ارے اب تم کہو یا نہ کہو) وہ تو فُلاں کا ہو چکا۔ (مسلم شریف، ج:۱، ص: ۳۳۲)

حکایت عبرت: سیدنا امام غزالی، عبداللہ مزنی سے روایت فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک شخص نے بہت مال جمع کر رکھا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا، تو اس نے اپنی اولاد سے کہا: تم میرا سارا مال اکٹھا کر کے لاؤ۔ تو سار مال جمع کر دیا گیا۔ جب اس نے اپنے مال پر نظر ڈالی تو حسرت و مایوسی سے رونے لگا۔ مَلکُ الموت نے جب اسے روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اب کیوں رو رہے ہو؟ قسم اس ذات کی جس نے تمہیں یہ مال دیئے! میں اس وقت تک تمہارے گھر سے نہیں نکلوں گا جب تک تمہاری روح کو جسم سے جدا نہ کر دوں۔ وہ شخص روتے ہوئے بولا: کچھ مہلت دو، تاکہ میں اس دولت کو تقسیم کر دوں۔ تو ملک الموت نے فرمایا: ہرگز نہیں! مہلت کا وقت ختم ہو گیا۔ موت کا وقت آنے سے پہلے کیوں نہیں بانٹا؟ اور انہوں نے اس کی روح قبض کر لی۔ (روح البیان)

آج جو دینا ہے دے لے، کل خدا جانے یہ مال
ہوگا کس بیگانہ و نا آشنا کے ہاتھ میں

موت سے پہلے توبہ

اللہ تعالیٰ ہر بندہ کا رقیب اور محافظ ہے۔ بندہ کر کے بھول جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے سب لکھ رہے ہیں۔ اور بندہ کی ہر کرنی خبیر و علیم مولیٰ کے علم میں بھی ہے۔ انسان انسانوں سے شرم و حیا کر کے بہت سے گناہ چھپ کے کرتا

ہے۔ بلکہ لوگوں سے شرم کر کے اور ان کے خوف وڈر سے گناہ سے رک بھی جاتا ہے۔ لیکن انسان اپنے اس خالق و مالک سے، جو ہر ظاہر وخفی کو جانتا ہے، خوف اور شرم وحیا نہیں کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے خوف اور شرم وحیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے۔ کیونکہ وہ ہر وقت ہر انسان کو دیکھ رہا ہے۔ اس کو انسان کے ظاہری و باطنی تمام اعمال واحوال کا علم ہے۔ بلکہ انسان کے دل میں جو وسوسے اور خیالات گزرتے ہیں، اس کو ان کی بھی خبر ہے۔ خفی سے خفی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ایک ہی چارہ ہے کہ انسان اپنی موت سے پہلے ہر گناہ سے سچی توبہ کرلے۔ اور اس کی گزشتہ زندگی میں جو تقصیرات اور کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان کا تدارک یا بھرپائی کرلے۔ خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق وفرائض ہوں یا بندوں کے مارے ہوئے حقوق۔ ایک ایک حبہ (دانہ) اور ایک ایک کیل کو ادا کرے۔ اگر گالی دی ہو، تہمت لگائی ہو، چغلی وغیبت کی ہو یا ہاتھ سے کسی کو ایذا وتکلیف پہونچائی ہو، تو معاف کرائے۔ مرنے سے پہلے یہ سب کام کرلے۔ یہاں تک کہ اس پر کوئی فرض یا کسی کا کوئی حق باقی نہ رہے۔

میدان حشر کی بے کسی

آج انسان اپنی غفلت ونادانی میں ناجائز وحرام اور دوسروں کے مال کے ذریعہ اپنی لذات وخواہشات کو پورا کر کے خوش ہوتا ہے۔ دوسروں کی عزت و آبرو پامال کر کے اپنی بھڑاس نکال کر بہت مطمئن ہوتا ہے۔ لیکن بے چارہ نہیں جانتا کہ: کل قیامت کے دن اس کی حسرت و مایوسی اور ندامت وشرمندگی کا کیا عالم ہوگا؟ جب وہ احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑا ہوگا۔ ساری زندگی کے

گناہوں کا پُلندہ اس کے سامنے کھلا پڑا ہوگا۔ اور اس دن اس کی بیکسی ولاچاری کا عالم یہ ہوگا کہ وہ ایک پیسے کا بدلہ دینے پر بھی قادر نہ ہوگا۔ عذر و معذرت کے بیان کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔ اس کی حسرت و مایوسی اس وقت اور بڑھ جائے گی، جب وہ اپنا نامۂ اعمال نیکیوں سے خالی دیکھے گا۔ اور کہے گا: ہائے میری نیکیاں کہاں گئیں؟ تو اس سے کہا جائے گا: تیری ساری نیکیاں تو ان کو دے دی گئیں ہیں، جن کے تو نے حق مارے تھے۔

غافل بندے ہوش میں آجا!

اے میرے عزیز! جب قیامت میں عدل وانصاف کی ترازو قائم کی جائے گی اور میدان محشر میں تجھے تیرے اور تیرے باپ کے نام سے کُل خلائق کے سامنے بلایا جائے گا: اے فلاں ابن فلاں! علیم وخبیر کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے چل۔ اور فرشتوں نے تجھے ہر طرف سے پکڑ رکھا ہوگا۔ پھر وہ تجھے بلاکسی شک وشبہ کے تیرے نام کے ساتھ تجھے خداوند قدوس کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے لے چلیں گے۔ اور تو جان جائے گا کہ پکار تیری ہی ہے۔ تو ہی مطلوب ہے۔ اس وقت تیرا دل پارہ پارہ ہو جائے گا۔ تیری چولیں ہل جائیں گی۔ تیرا ایک ایک عضو کانپ رہا ہوگا۔ تیرے چہرہ کا رنگ بدل گیا ہوگا۔ تیری عقل اڑ چکی ہوگی۔ تو صفوں کو چیرتا ہوا رب کی بارگاہ میں پیش ہو جائے گا۔ اس کے سامنے کھڑا ہوگا۔ کل مخلوق تیری طرف دیکھ رہی ہوگی۔ تو فرشتوں کی گرفت میں ہوگا۔ تیرا دل و دماغ کام نہیں کر رہا ہوگا۔ اور تیری پریشانی اس وقت اور زیادہ بڑھ جائے گی، جب تو جان جائے گا کہ: تجھ سے کیا کیا پوچھا جائے گا؟

ایک اور خطرناک مایوسی

حدیث میں آیا ہے، اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قیامت کے دن پہلے کچھ لوگوں کو جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ جب وہ جنت کی خوشبو سونگھ لیں گے۔ اور جنت کے وہ حور و قصور اور عیش و عشرت کے سامان، جو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے تیار کئے ہیں، دیکھ لیں گے۔ اچانک فرشتوں کو حکم دیا جائے گا، ان کو جنت سے واپس کرو۔ ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں۔ تو وہ ایسی حسرت و مایوسی اور ندامت و شرمندگی کے ساتھ لوٹیں گے، جیسی ندامت و شرمندگی اولین و آخرین میں سے کسی نے نہیں اٹھائی ہوگی۔ وہ کہیں گے: اے میرے رب! یہ عیش و آرام اور باغات و محلات جو تو نے اپنے اولیا اور دوستوں کیلئے تیار کیے ہیں، ان کو دکھانے سے پہلے ہی مجھے دوزخ میں داخل کیوں نہیں کر دیا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے یہ سلوک (یعنی جنت میں داخل کر کے اس کی نعمتیں دکھا کر نکالنا اور دوزخ میں ڈالنا) تمہارے ساتھ اس لئے کیا کہ: دنیا میں جب تم تنہائی میں ہوتے تھے، تو بڑے بڑے گناہ کر کے ہماری نافرمانیاں کرتے تھے۔ اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو نیک بن کر اور پارسائی ظاہر کر کے۔ اور تمہارے دلوں میں جو عیب پوشیدہ تھے، لوگوں سے اس کے خلاف ظاہر کرتے تھے۔ تم لوگوں سے تو ڈرتے تھے، لیکن مجھ سے نہیں ڈرتے تھے۔ لوگوں کی تعظیم تمہارے دل میں تھی، مگر میری نہیں تھی۔ لوگوں کے خوف اور لوگوں کی شرم و حیا سے تو تم گناہ چھوڑتے تھے، لیکن میرے خوف اور میری شرم سے نہیں گناہ سے باز نہیں آتے تھے۔ تو آج ہم تمہیں ثواب عظیم سے محروم کر کے عذابِ الیم چکھائیں گے۔ ایسا ہی تنبیہ الغافلین اور روح البیان میں ذکر کیا گیا۔

ہر انسان کو سوچنا چاہئے، اب دوزخ کے عذاب، اس کی سختیوں اور پریشانیوں کے علاوہ دوغم اور ہو گئے۔ (ا) موت کے وقت دنیا میں سب کچھ چھوٹنے کا غم وحسرت (۲) قیامت میں جنت میں داخل ہو کرنا ملنے کا غم و پشیمانی۔

مولیٰ کریم ہم سب کو توفیق دے: ہم اسی کے خوف سے گناہ چھوڑیں۔ خیانت کی جگہ امانتداری، معصیت کی جگہ اطاعت وفرمانبرداری، ظلم وزیادتی کی جگہ عدل وانصاف اور کذب ونفاق کی جگہ پر صدق وسچائی اختیار کریں۔ شب و روز اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں۔ کیونکہ توبہ واستغفار ہی گناہوں کی بیماری کا علاج ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلیں گے۔

موت کی سختی کا بیان

روایتوں میں آیا ہے: اگر اس کمزور انسان پر موت اور جانکنی کی سختی کے علاوہ کوئی اور خوف وڈر نہ ہوتا، تو اس کے عیش وعشرت کو تلخ اور بے مزہ کرنے اور اسے خواب غفلت سے بیدار کر کے موت کی تیاری کے لئے یہی کافی تھا۔ کیونکہ وہ اسی سے چھٹکارا پانے کیلئے بڑی بڑی فکروں میں پڑ جاتا۔ اور بڑی جد وجہد سے موت کے وقت کی تکلیف اور شدت سے بچنے کی کوشش کرتا۔ حالانکہ موت کے وقت کی شدت وتکلیف کے بعد جو آگے کی منزلیں ہیں، وہ تو اور سخت ہیں۔ قبر، حسابِ قبر، قبر کی وحشت وتنہائی، قبر کے سانپ بچھو، قبر کا دبوچنا، پھر قیامت کی سختیاں، حساب وکتاب وغیرہ۔

کسی حکیم نے کہا ہے: آنے والی سختیاں کسی اور کے ہاتھ میں ہیں۔ تجھے نہیں معلوم کہ وہ کب تجھ پر آپڑیں اور تجھے گھیر لیں۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹے موت اور اس کی سختی کا حال

تجھے معلوم نہیں۔ تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تجھ پر موت کب آئے گی۔ تو اس سے پہلے کہ وہ اچانک تجھ پر آئے تو اس کی تیاری مکمل کرلے۔ (احیاء العلوم)

ایک مثال: سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اچانک موت آجانے کو ایک مثال سے سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کوئی انسان خواہشات ولذات کی کسی بڑی محفل یا تماشہ میں شامل ہو، لیکن اس پر یہ تصور غالب ہو کہ: کسی بھی وقت کوئی سپاہی اچانک آکر دس پانچ لاٹھیاں مارے گا۔ تو اس کی ساری لذت خاک میں مل جائے گی۔ اور اس کا سارا عیش مکدر و بے مزہ ہو جائے گا۔

آگے فرماتے ہیں: اس مثال میں سپاہی کا آنا یقینی نہیں ہے۔ لیکن ملک الموت کا آنا اور جان کنی کے وقت کی سختیاں یقینی ہیں۔ اور ملک الموت ایسے وقت بھی آتے ہیں، جن سے انسان غافل ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی اس عیش پرست، خواہشات اور مستیوں میں مبتلا انسان کو ہوش نہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ ان سب چیزوں سے جاہل و بے خبر ہے، کسی مغالطہ اور دھوکہ میں ہے یا پھر ایمان و یقین ہی میں کمی ہے۔

موت کی سختی مرنے والا جانتا ہے

بلوغت کی لذت اگر کسی نابالغ کو سمجھائی جائے، تو اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ حضرت امام فرماتے ہیں: بلاتشبیہ جان کنی کے وقت کی سختیوں کی حقیقت صرف وہی شخص جانتا ہے، جس پر موت آتی ہے۔ کسی اور کو معلوم نہیں۔ البتہ تھوڑا بہت احساس ان لوگوں کے حالات دیکھ کر ہو سکتا ہے، جو نزع کے عالم میں ہوتے ہیں اور ان پر موت کی سختیاں طاری ہوتی ہیں۔ انسان اپنے اس کرب و بے چینی یا درد سے بھی سمجھ سکتا ہے، جو

زندگی میں اسے ہوا ہو۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، انسان کا کوئی عضو سُن پڑ جاتا ہے تو اس میں کسی چیز کے چبھنے کا اسے احساس نہیں ہوتا ہے۔ ایسے ہی جسم میں کچھ ایسے حصے ہیں، جن میں روح نہیں ہے جس سے وہ درد و تکلیف محسوس نہیں کرتے۔ جیسے: بال، پکا ناخن وغیرہ۔ اس سے پتا لگا درد و تکلیف کا احساس کرنے والی جو چیز ہے، وہ روح ہے۔ اسی لئے جب بھی جسم کے کسی حصہ میں زخم یا چوٹ لگے یا جلن ہو، تو اس کا اثر روح پر ہوتا ہے۔ اور جس قدر اثر و تکلیف روح پر پہنچتی ہے، اسی قدر اس کو درد محسوس ہوتا ہے۔ لیکن چوٹ، زخم اور جلن کا درد انسان کے گوشت، خون اور جسم کے دوسرے حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ روح کو درد کا تھوڑا سا حصہ پہنچتا ہے۔ لیکن جب وہ درد و تکلیف صرف اور صرف روح ہی کو پہنچے، تو ظاہر ہے یہ درد و تکلیف نہایت ہی سخت اور اشد ترین ہوگا۔ نزع وجانکنی کا یہی مطلب ہے کہ درد و تکلیف خاص روح پر ہوتی ہے۔ پھر اس کے تمام اجزا کو گھیر لیتی ہے۔ یہاں تک روح کے اجزا۔ جو تمام بدن کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔ میں سے کوئی جز باقی نہیں رہتا، جس میں درد نہ ہو۔

یہاں پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے موت کے وقت کی تکلیف کو سمجھانے کے لئے، جلنے، کٹنے اور کانٹے وغیرہ چبھنے سے پہنچنے والی بہت سی تکالیف کی مثالیں دی ہیں، ان کو میں حذف کر رہا ہوں۔ ان سب کا نچوڑ یہ ہے:

جان کنی کی تکلیف نفسِ روح پر پڑتی ہے اور اس کے تمام اجزا و حصوں کو گھیر لیتی ہے۔ اس لئے کہ روح جسم کے ہر ایک رگ و ریشے سے کھینچ کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔ سر سے لے کر پیر تک جسم کا کوئی عضو، کوئی حصہ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا

جس سے روح نہ نکالی جاتی ہو۔اوراس کی تکلیف اور سختی مت پوچھو۔اسی لئے کہا جاتا ہے: موت کی سختی تلواروں کی شدید ضرب، آرے سے چیرنے اور قینچی سے کترنے سے بھی کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ تلواراور آرا وغیرہ سے کٹنے کا درد و تکلیف جسم کو ہوتی ہے۔لیکن موت کی تکلیف سیدھی روح کو ہوتی ہے۔اور جب خاص روح پر ہی کوئی تکلیف ہوتو کتنی تکلیف ہوگی؟

اب یہاں پر ایک سوال ہے: انسان کٹنے یا چوٹ کی تکلیف پر چیختا چلاتا ہے۔ لیکن نزع اور جانکنی میں کوئی چیخ وپکار یا فریادو واویلا نہیں کرتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: پہلی صورت میں دل اور زبان میں طاقت وقوت ہوتی ہے، اس لئے وہ چیختا چلاتا ہے۔لیکن دوسری صورت میں موت کی سختی دل، زبان غرض یہ کہ جسم کے ہر عضو پر چڑھ جاتی ہے اور جسم کی تمام قوتیں ضائع اور ختم کردیتی ہے، اس لئے اس وقت انسان فریادو غیرہ نہیں کرتا۔

مٹی کا پتلا پھر مٹی سے ملنے جارہا ہے

موت کی سختی انسان کی عقل کو پریشان اور بیکار، زبان کو گونگا اور ہاتھ پاؤں کو ڈھیلا کردیتی ہے۔ اگر اس وقت آدمی کا بس چلے تو وہ آہ وفریاد اور چیخ پکار سے کچھ دم لے۔مگر وہ ایسا کرنہیں کرسکتا۔ اگر اس میں کچھ قوت وطاقت رہتی ہے،تو جان نکلتے وقت حلق اور سینہ سے غرغرے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ رنگ بدل کر مٹیلا ہوجاتا ہے۔ گویا مٹی کا یہ پتلا جس مٹی سے بنا تھا، وہی اس سے ظاہر ہورہی ہے۔ اور زندگی میں ہزاروں کارنامے اور کرشمے دکھا کر پھر اسی مٹی سے ملنے جارہا ہے۔ تمام رگیں کھنچ جاتی ہیں، اس لئے کہ درد اندر باہر پھیلا ہوا ہوتا ہے، آنکھ کے ڈھیلے

اوپر چڑھ جاتے ہیں، ہونٹ سکڑ جاتے ہیں، غرض یہ کہ جسم کے ایک ایک حصہ کا عجیب حال ہوتا ہے، ہر عضو آہستہ آہستہ مرنے لگتا ہے۔ پہلے دونوں قدم ٹھنڈے ہوتے ہیں، پھر پنڈلیاں، پھر رانیں، پھر ایک ایک عضو میں نئی شدت و سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب نوبت گلے کی آتی ہے، اس وقت انسان کی نظر دنیا اور دنیا کے رہنے والوں سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اب اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور اس پر حسرت و مایوسی اور ندامت و شرمندگی چھا جاتی ہے۔ ع

دے خدا ایمان آخر موت ہے

بارہا مسلم تجھے سمجھا چکے ۔۔۔ مان یا مت مان، آخر موت ہے
خدایا بحق بنی فاطمہ ۔۔۔ کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

حدیث توبہ: موت سے پہلے انسان کو توبہ کرنے کے لئے کتنی مہلت دی گئی؟ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس مبارک حدیث سے سنئے، جس کی تخریج امام ترمذی نے کی ہے۔ اللہ پاک کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کی جاتی ہے، جب تک کہ اس کا دم گلے میں نہ پہنچ جائے۔

اور امام مجاہد سورۂ نساء کی آیت کریمہ (۱۸): وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ۔

ترجمہ: ان لوگوں کی توبہ نہیں، جو برے کام کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے، تو کہتا ہے اب میں نے توبہ کر لی۔ (پارہ: ۴)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ) سے مراد وہ وقت ہے جب ملک الموت نظر آ جائیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ موت کی سختی اور جانکنی کے وقت شدت ایسی نہیں کہ اُسے زبان سے بیان کیا جا سکے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب سید المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ.

اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر موت کی سختی آسان فرما۔

لیکن آج کوئی انسان نہ اس کی سختی کو محسوس کر رہا ہے۔ نہ اس عظیم مصیبت سے پناہ مانگتا نظر آ رہا ہے۔ یا تو اس لئے کہ موت سے غافل ہے یا اس لئے کہ اسے موت کی سختیاں معلوم نہیں۔

نورِ نبوّت اور نورِ ولایت

انسان اپنی عقل یا سائنس ٹکنالوجی کے ذریعہ موت، قبر اور قیامت، ان کی سختیوں اور آنے والی مصیبتوں کا ادراک کرنا چاہے، تو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ وہ امورِ غیبیہ ہیں، جن کا علم و ادراک نورِ نبوت یا نورِ ولایت ہی سے ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے، آپ انبیا اور اولیا کی سیرت کا مطالعہ کریں، تو آپ کو موت اور اس کی سختیوں سے سب سے زیادہ انبیائے کرام علیہم السلام، صدیقین اور اولیا ہی خوف کرتے نظر آئیں گے۔ اسی لئے یہ نفوس قدسیہ موت اور موت کی سختیوں سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے تھے۔ اس لئے اب ہم اس کتاب میں کچھ انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے حواریوں سے فرمایا: آپ لوگ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھ پر موت کی سختی آسان کر دے۔ کیونکہ میں موت سے اتنا ڈرتا ہوں کہ اس کے خوف کے مارے مرا جاتا ہوں۔

ایک مردے نے زندہ ہوکر اپنا حال بتایا

روایت میں آیا ہے: بنی اسرائیل کے چند لوگ ایک قبرستان سے گزرے۔ انہوں نے آپس میں کہا: آؤمل کر دعا کریں کہ: ان قبروں سے ایک شخص نکلے، تا کہ اس سے کچھ پوچھیں۔ان سب لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔انہوں نے دیکھا ایک ایسا شخص قبر سے نکل کر آیا جس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا۔اس نے کہا: اے لوگو! تمہارا کیا مقصد ہے؟ موت کا مزہ اور اس کی تلخی چکھے ہوئے مجھے پچاس برس ہو چکے ہیں، اور ابھی تک اس کی شدت و سختی مجھ سے دور نہیں ہوئی ہے۔(احیاء العلوم)

مروی ہے، حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں عرض کرتے تھے: اے مولیٰ! تو روح کو پٹھوں، ہڈیوں اور انگلیوں سے نکال لیتا ہے۔مجھ پر موت کو آسان فرما۔

حضرت انس سے مروی ہے: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن موت، اس کی سختی، اس کے کڑوے گھونٹ اور شدتِ نزع کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: موت کی شدت و تکلیف تلوار کی تین سو(۳۰۰) چوٹوں کے برابر ہے۔

کسی نے آپ سے موت کی سختی کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا: آسان سے آسان موت ایسی سخت ہے، جیسے پاؤں میں گوکھرو پھنس گیا ہو یا چپٹا ہو، اور جب وہ اس سے نکلتا ہے تو بلا تکلیف کے نہیں نکلتا۔(احیاء العلوم)

ایک بیمار کی حالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔(آپ نے جب اسے دیکھا) تو فرمایا: جو اس پر گزر رہا ہے مجھے معلوم ہے۔اس کی کوئی رگ ایسی نہیں، جس کو علیحدہ موت کی تکلیف نہ ہو رہی ہو۔(احیاء العلوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ نبوت سے ان غیبی اور غیر محسوس چیزوں کو معلوم کر لیا کرتے تھے۔اس لئے اپنے صحابہ کو وقتاً فوقتاً موت کی تلخیوں اور سختیوں سے آگاہ فرمایا کرتے تھے۔تاکہ وہ وقت سے پہلے ہی اس کی تیاری کر لیں۔

حضرت مولیٰ علی نے بھی آگاہ فرمایا

حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے: اگر تم قتل سے بچو گے، تب بھی مرو گے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ہزار تلواروں کی چوٹیں مجھ پر بستر پر مرنے سے آسان ہیں۔(احیاء العلوم)

حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد مبارک سے ان کے جذبۂ جہاد کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ، جانکنی اور نزع کی سختی ہزار تلواروں کے وار سے سخت تر ہے۔

حضرت امام اوزاعی جو اپنے وقت کے عابد و زاہد، جلیل القدر فقیہ اور حدیث کے ائمہ سے ہیں، فرماتے ہیں: ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ موت کی شدت کی تکلیف مردہ کو دوبارہ قبر سے اٹھنے تک رہتی ہے۔(احیاء العلوم)

قبر کا حال مردہ ہی جانتا ہے

حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں: مومن پر دنیا و آخرت میں موت سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں ہوتا ہے۔ موت کی سختی آروں سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور ہانڈیوں میں اُبالے جانے سے زیادہ سخت ہے۔ اگر مردہ زندہ ہو کر دنیا والوں کو موت کی سختی کی تکلیف کو سنا دے، تو دنیا والے اپنی زندگی کے سارے عیش بھول جائیں۔ اور کبھی خواب و خور (یعنی کھانے پینے اور سونے)

سے لذت و راحت نہ اٹھائیں۔ (احیاء العلوم)

مگر غیب جاننے والے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کے حال سے آگاہ فرما دیا، انسان بے خبر ہے۔

بعض بزرگوں کا بیان

بعض اکابر اکثر بیماروں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور ان سے پوچھتے تھے، تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ لیکن جب وہ خود مرض موت میں مبتلا ہوئے، تو لوگوں نے ان سے پوچھا: آپ کو موت کیسی معلوم ہو رہی ہے؟ تو انہوں نے کہا: یوں معلوم ہو رہا ہے، جیسے آسمان زمین سے مل گیا ہو۔ اور میری روح سوئی کی نوک سے نکل رہی ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچانک موت مؤمنِ کامل کیلئے راحت ہے اور بدکار کیلئے افسوس۔ (احیاء العلوم)

حضرت مکحول سے روایت ہے: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردہ کے بالوں سے اگر ایک بال زمین و آسمان کے بسنے والوں پر رکھ دیا جائے، تو خدا کے حکم سے سب مر جائیں۔ اس لئے کہ ہر بال میں موت یا موت کی تکلیف ہے۔ اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مر جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے: اگر موت کی تکلیف کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے، تو سب پگھل جائیں۔ (احیاء العلوم)

ان روایات اور صالحین کے بیانات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ موت اور جانکنی کی سختی اور تلخی سخت ترین تکالیف میں سے ہے۔ مولیٰ کریم ہم سب پر موت آسان فرمائے اور وقت سے پہلے موت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

خلیل اللہ علیہ السلام کا بیان

سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب وفات پائی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے خلیل! تم نے موت کو کیسا پایا؟ تو سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نے عرض کی: جیسے گرم سینک تر روئی میں داخل کر کے کھینچی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تم پر موت آسان فرمائی۔ (احیاء العلوم)

حدیث موت: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: موت کا کچھ حال بیان کرو۔ وہ بولے: موت ایسی ہے، جیسے کسی آدمی کے جسم میں کانٹے دار شاخ اس طرح داخل کر دی جائے کہ ہر رگ میں کانٹا داخل ہو جائے، پھر اس شاخ کو کوئی طاقتور آدمی پکڑ کر کھینچے۔ تو کچھ ہاتھ میں کھنچ کر آیا اور کچھ اس میں باقی رہا۔ (یعنی بتاؤ اس صورت میں کتنی تکلیف ہو گی؟) (سابق)

اب اس حدیث سے ہر انسان غور کرے اگر آدمی کے تلوہ یا ہاتھ میں کانٹا یا سوئی چبھ جائے، تو اس کے کھینچنے میں کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ انسان چیختا ہے، چلاتا ہے۔ اور وہاں تو جسم کے ہر رگ وریشہ میں درد اور تکلیف کا معاملہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

اعضاء کی جدائی

اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب بندہ موت کی پریشانی سے دو چار ہوتا ہے اور نزع کی سختی جھیل رہا ہوتا ہے، تو اس وقت اس کے جوڑ اور اعضا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں: لو اب ہم تم قیامت تک کیلئے جدا ہو رہے ہیں۔ (احیاء العلوم)

امام غزالی فرماتے ہیں: موت کی سختیوں کا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اولیا اور

دوستوں کے بارے میں تھا۔اور ہم لوگ جو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہمارا کیا حال ہوگا؟ ہمارے اوپر تو موت کی سختیوں کے علاوہ اور بھی مصیبتیں آنے کو تیار ہیں۔

خیال رھے! حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: بندہ مومن کے جب کچھ درجات باقی رہ جاتے ہیں، جن تک بندہ عمل کے سبب نہیں پہنچ پاتا، تو اس پر موت سخت کردی جاتی ہے۔تاکہ اس کی وجہ سے وہ اپنا درجہ جنت میں حاصل کرلے۔اور اگر کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے، جس کا بدلہ دنیا میں نہیں دیا گیا، تو اس پر موت آسان کردی جاتی ہے۔تاکہ اپنی نیکی کا بدلہ پاکر سیدھا دوزخ میں چلا جائے۔(احیاء العلوم)

موت کی تین مصیبتیں

اوپر امام غزالی کے حوالہ سے بتایا: ہمارے اوپر سکرات موت کے علاوہ اور بھی مصیبتیں آنے کو تیار ہیں۔وہ اس لئے کہ موت کی تین مصیبتیں ہیں:

(۱) نزع اور جانکنی کی سختی ومصیبت جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲) ملک الموت کی مہیب صورت کی مصیبت۔

(۳) گناگاروں کو موت کے وقت ان کو اپنا دوزخی ٹھکانہ دیکھنے کی مصیبت، جس کو دیکھ کر وہ بہت ڈرتے ہیں۔یہ مصیبت بالائے مصیبت ہے۔

ملک الموت کی صورت

حضرت ملک الموت (جن کا نام عزرائیل ہے۔ان کی دو آنکھیں ہیں ایک چہرہ کی طرف اور ایک گدی کی طرف) کی وہ صورت، جس میں وہ گناہ گاروں کی روح نکالنے آتے ہیں، اس قدر مہیب وخوفناک اور دہشت والی ہے کہ: اگر اسے سب سے

زیادہ توانا وطاقتور اور ہمت وحوصلہ کا آدمی دیکھے تو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نے ایک دن ملک الموت سے فرمایا: کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو، جس میں بدکاروں اور گنہگاروں کی روح قبض کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں دکھا تو سکتا ہوں، مگر آپ دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں گے۔ آپ نے فرمایا: تاب کیوں نہ لاسکیں گے؟ تو ملک الموت نے کہا: ذرا اپنا منہ پھیریئے۔ آپ نے منہ دوسری طرف کرلیا۔ پھر جب ان کی طرف دیکھا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ: سامنے ایک بکھرے کھڑے بالوں اور بدبودار کالے کپڑوں والا کالا آدمی کھڑا ہے جس کے منہ اور نتھنوں سے آگ اور دھوئیں کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ (اللہ کی پناہ) یہ دیکھ کر حضرت ابرہیم علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا، تو وہ اپنی پہلی صورت میں آچکے تھے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے ملک الموت! اگر کسی بدکار و گنہگار کو جانکنی کے وقت کوئی اور مصیبت و پریشانی نہ بھی پہنچے، تو تمہاری یہ مہیب وخوفناک صورت ہی اس کی پریشانی وگھبراہٹ کیلئے بہت کافی ہے۔ (احیاء العلوم)

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام غَیُور (بہت غیرت مند) تھے۔ جب آپ گھر سے باہر جاتے، تو گھر کے دروازے بند کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ گھر کے دروازے بند کر کے باہر گئے۔ لیکن ان کی بیوی نے دیکھا، ایک آدمی گھر کے اندر ہے۔ تو انہوں نے کہا: اس آدمی کو یہاں کون لایا؟ اگر داؤد علیہ السلام آئیں گے، تو اس کے سر پر مصیبت آجائے گی۔ اتنے میں داؤد علیہ السلام تشریف لے

آئے۔جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: تم کون ہواور کیوں آئے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں وہ ہوں جو نہ بادشاہوں سے ڈرے اور نہ کسی دربان و چوکیدار سے رکے۔سیدنا داؤد علیہ السلام نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے تم ملک الموت ہو۔اور آپ اپنے گھر کے اندر ایک کمبل میں چھپ گئے۔(احیاء العلوم)

ایک بادشاہ کی کھوپڑی

سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا گزر ایک سر (یعنی پڑی ہوئی ایک کھوپڑی) کے پاس سے ہوا۔آپ نے اس میں ٹھوکر ماری اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول! تو وہ کھوپڑی بولی: اے روح اللہ! میں فلاں زمانہ کا طاقتور بادشاہ ہوں۔ ایک دن میں اپنے ملک میں اپنے تخت پر تاج شاہی پہن کر بیٹھا ہوا تھا۔اور میرے سارے نوکر چاکر اور سپاہی اردگرد کھڑے تھے۔اچانک ملک الموت مجھ پر ظاہر ہوئے۔ان کی مہیب وخطرناک صورت دیکھتے ہی میرے سارے اعضا اور جوڑ ڈھیلے پڑ گئے۔پھر میری جان وروح ان کی طرف نکل پڑی۔

حاصل کلام یہ کہ گنہگاروں کو ملک الموت کی اس مہیب وخوفناک صورت کی مصیبت تکلیف بھی جھیلنا پڑتی ہے۔حدیثوں میں نزع اور جانکنی کی سختی جس کثرت سے بیان کی گئی ہے، ملک الموت کی مہیب صورت سے پیدا ہونے والے خوف ودہشت کو اتنا بیان نہیں کیا گیا ہے۔

علما فرماتے ہیں: اگر انسان ملک الموت کی خوفناک صورت خواب میں بھی دیکھ لے، تو باقی زندگی اس کا سارا عیش تلخ اور بے مزہ ہو جائے۔

جو لوگ ان کو اس حال میں کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوں گے، ان کا کیا حال ہوتا ہوگا؟ یہ تو وہی جانتے ہیں۔کہاوت ہے: قبر کا حال مردہ جانے۔

ملک الموت کی حسین صورت

یہ تو تھا بدکاروں اور گنہگاروں کا حال لیکن جب ملک الموت مطیع وفرمانبردار اور نیک انسان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو اپنی نہایت ہی حسین وجمیل صورت میں آتے ہیں۔ حضرت عکرمہ، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ایک مرد غیور تھے۔ ان کا ایک خاص حجرۂ مبارکہ تھا، جس میں وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک روز جب وہ کہیں سے لوٹ کر آئے، تو دیکھا گھر کے اندر ایک آدمی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: آپ کو میرے گھر میں کس نے داخل کیا؟ اس نے کہا: اس گھر کے مالک نے۔ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا: گھر کا مالک تو میں ہوں۔ تو وہ شخص بولا: مجھے اُس مالک نے یہاں بھیجا ہے، جو آپ سے اور مجھ سے بڑا ہے۔ تو آپ فوراً سمجھ گئے اور فرمایا: معلوم ہوتا ہے تم فرشتہ ہو۔ تو انہوں نے کہا: ہاں میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو، جس میں تم مومن کی روح قبض کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ اپنا منہ ذرا ادھر پھیر یئے۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور پھر مڑ کر جو دیکھا، تو کیا دیکھتے ہیں، سامنے ایک نہایت حسین وجمیل نوجوان کھڑا ہے۔ (راوی نے ان کے حسن صورت اور لباس کی خوبی وزیبائی اور ان کی خوشبو وغیرہ کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اس حسین وجمیل خوشبو سے معطر صورت میں دیکھ کر فرمایا: اے ملک الموت! اگر مومن کو موت کے وقت تمہاری اس حسین وجمیل صورت کے علاوہ کوئی اور ثواب وخوشبو نہ ملے، تو تمہارے دیدار

کی خوشی ہی اس کو کافی ہے۔(احیاء العلوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک دنیا سے نہیں نکلے گا، جب تک کہ آخرت کا ٹھکانا نہ دیکھ لے۔خواہ جنت یا دوزخ۔(احیاء)

حدیث بشارت: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ سے راضی اور خوش ہوتا ہے، تو فرماتا ہے: اے ملک الموت! میرے فلاں بندہ کے پاس جاؤ اور اس کی روح میرے پاس لاؤ۔تا کہ میں اسے راحت و آرام پہنچاؤں۔اس کا عمل میرے لئے کافی ہے۔میں نے اس کا امتحان لیا، تو جیسا میں نے چاہا ویسا ہی اس کو پایا۔ملک الموت پانچ سو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اس کے پاس آتے ہیں۔ان فرشتوں کے پاس پھولوں کی چھڑیاں اور زعفران کی شاخیں ہوتی ہیں۔ان میں سے ہر ایک فرشتہ اسے نئی نئی خوشخبری سناتا ہے۔اور فرشتے دو صفیں بنا کر اس کی روح لینے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔جب شیطان ان کو دیکھتا ہے، تو اپنا ہاتھ سر پہ رکھ کے چیخیں اور دہاڑیں مارتا ہے۔اس کا شیطانی لشکر اس سے پوچھتا ہے: تجھے کیا ہوا؟ تو وہ کہتا ہے: تمہیں دِکھتا اور سوجھتا نہیں۔اس بندۂ مومن کو کیسی عزت و کرامت سے نوازا گیا۔تم سب کہاں رہے؟ تم نے اسے بہکایا کیوں نہیں؟ تو اس کے چیلے کہتے ہیں: ہم نے تو اسے بہکانے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے، مگر وہ بچ گیا۔(احیاء العلوم)

دے خدا ایمان آخر موت ہے

شیطان آخری وقت تک انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔اور ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' ہمارا جنم کا ساتھی نفس اس کی مدد کرتا ہے۔اب اگر مولیٰ کریم کی خاص مدد و توفیق شاملِ حال نہ ہو، تو انسان کا بچنا بڑا مشکل ہے۔انسان کا

نفس اور شیطان اسے عبادت و نیکی سے ذرا سی دیر میں ایسا دور اور محروم کر دیتا ہے، کہ انسان سوچ بھی نہیں پاتا ہے۔ ایسے ہی ذرا سے جھٹکے میں بدکاری اور گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور انسان کب تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے، اسے پتہ بھی نہیں چل پاتا ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مومن کی راحت اور سکون مولیٰ کریم کے دیدار میں ہے۔ اور جس کا راحت و سکون اللہ تعالیٰ کے دیدار اور ملاقات میں ہو، تو موت کا دن اس کے لئے خوشی، عزت، راحت، امن اور چین و سکون کا دن ہے۔

آخری خواہش

حضرت جابر بن زید سے ان کی موت کے وقت پوچھا گیا: آپ کی کیا خواہش و تمنا ہے؟ تو انہوں نے خواہش ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: میں حسن بصری کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ (حضرت حسن بصری کو بلایا گیا) جب آپ ان کے پاس تشریف لے آئے، تو لوگوں نے کہا: حضرت حسن بصری آ گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا اور کہا: لو بھائی اب ہم تم سے جدا ہو کر جاتے ہیں۔ (پتہ نہیں اگلا ٹھکانہ جنت ہے یا دوزخ؟) (احیاء العلوم)

یہ تھا اللہ والوں کا خوف۔ وہ موت کے وقت سلامتیٔ ایمان کیلئے اس قدر ڈرا کرتے تھے۔ کہیں آخری وقت زبان یا قدم لڑکھڑا نہ جائیں۔ اور حضرت جابر بن زید کی اس خواہش سے پتہ لگتا ہے، ایسے نازک موقعہ پر اللہ والوں کے موجود ہونے سے ایمان سلامت رہتا ہے۔ موت آسان ہو جاتی ہے۔

بعض اللہ والوں سے یہ بھی منقول ہے، وہ تمنا کرتے تھے کہ: ہمیشہ نزع کے عالم میں ہی رہیں۔ نہ ثواب کے لئے اٹھائے جائیں نہ عذاب کے لئے۔

غرض یہ کہ وہ حضرات برے خاتمہ سے بہت ڈرتے تھے۔ برے خاتمہ کے خوف نے تو اللہ والوں کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ موت علی الکفر سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ کیونکہ انسان کی ہر مشکل کا حل ہے۔ لیکن معاذ اللہ! خدانخواستہ اگر خاتمہ کے وقت معاملہ ذرا بھی ڈگمگا گیا، تو آگے اس کا کوئی بھی حل نہیں ہے۔

دے خدا ایمان آخر موت ہے

ایک بزرگ وصال کے وقت پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ کسی نے کہا: حضرت کیا گناہوں کے خوف سے روتے ہو؟ تو انہوں نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: بڑے بڑے گناہ تو اس کی رحمت کے سامنے تنکا ہیں۔ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ بس خاتمہ میرا ایمان پر ہو جائے۔ اور آخری وقت قدم نہ ڈگمگائیں۔ (ماخوذ)

موت کی سختی کے بارے میں کچھ واقعات

اب ہم کچھ واقعات اور حکایات بیان کر رہے ہیں جو ملک الموت کی ملاقات کے وقت مرنے والے کی زبان حال سے ظاہر ہوئے۔

ملک الموت کی طاقت

اشعث ابن اسلم فرماتے ہیں: سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا: اے ملک الموت! جب تم جن کی روح قبض کرنے جاتے ہو، ان میں کوئی پورب میں ہوتا ہے کوئی پچھّم میں۔ یا کسی جگہ کوئی وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپس میں لڑتے ہوں (یعنی جب بہت کثرت سے لوگ مرتے ہیں) تو ان صورتوں میں تم کیا کرتے ہو؟ تو ملک الموت نے کہا: میں روحوں کو پکارتا ہوں، تو وہ خدا کے حکم

سے میری ان دوانگلیوں کے بیچ میں آجاتی ہیں۔

راوی یہ بھی کہتے ہیں: کل روئے زمین ملک الموت کے لئے ایک طشت کی طرح ہے۔ وہ جس کو چاہتے ہیں، اس میں سے اٹھا لیتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں: ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دیتے تھے: آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے آپ ملک الموت کی قوت وطاقت اور ان کے اختیارات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ایک ظالم بادشاہ کا انجام

یزید رقاسی فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کا ایک ظالم بادشاہ اپنے گھر میں کسی سے تخلیہ میں باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں اس نے دیکھا ایک شخص اس کے دروازہ پر چلا آرہا ہے۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا: تو کون ہے؟ اور میرے گھر میں تجھے کس نے پہنچایا؟ تو آنے والے نے کہا؟ گھر کے مالک نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ اور میرا حال پوچھتے ہو، تو سنو! میں وہ ہوں نہ مجھے کوئی دربان روک سکتا ہے، نہ میں بادشاہوں سے اجازت مانگتا ہوں۔ نہ کسی طاقت والے سے ڈرتا ہوں۔ نہ کوئی ظالم میرے آڑے آسکتا ہے۔ نہ ہی شیطان بدذات۔ اتنا سننا تھا، بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے۔ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اوندھے منھ گر پڑا پھر عاجزی ولاچاری سے اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: معلوم ہوتا ہے تم ملک الموت ہو۔ اس نے کہا: ہاں میں وہی ہوں۔ بادشاہ نے کہا: مجھے تھوڑی مہلت دے دو۔ میں از سر نو توبہ کرلوں۔ انہوں نے کہا: نہیں، بس رہنے دو۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ تمہاری مدت پوری ہو گئی۔ تمہاری سانسیں پوری ہوئیں۔ مہلت کا کوئی

راستہ نہیں۔ بادشاہ نے کہا: تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟ انہوں نے کہا: تمہارے ان اعمال کی طرف جو تم پہلے کر چکے ہو اور تمہارے اس گھر کی طرف جو تم بنا چکے ہو۔ بادشاہ بولا: میں نے تو کوئی نیک عمل بھی نہیں کیا، نہ کوئی اچھا گھر بنایا۔ ملک الموت نے کہا: تو پھر تمہیں اس آگ میں لے جاؤں گا، جو تمہارا گوشت پوست کچھ نہ چھوڑے گی۔ اور انہوں نے اس کی روح نکال لی اور وہ مر کر گر پڑا۔ اس کے گھر والے عزیز واقارب رونے لگے۔ یزید راوی فرماتے ہیں: اگر اس کے گھر والوں کو اس کے ٹھکانہ کی خبر ہو جاتی، تو موت کی بہ نسبت اس کے اگلے انجام کے بارے میں زیادہ رونا پیٹنا اور واویلا کرتے۔

ہر انسان کی حقیقت خدا جانتا ہے

حضرت وَہَب بن مُنَبِّہ فرماتے ہیں: حضرت ملک الموت نے ایک ایسے جابر اور طاقتور بادشاہ کی روح قبض کی، کہ اس زمانہ میں اس جیسا کوئی نہ تھا۔ جب وہ اس کی روح کو لیکر آسمان پر پہنچے، تو آسمان کے فرشتوں نے ملک الموت سے کہا: تم نے جن لوگوں کی روحیں قبض کی ہیں، ان میں سب سے زیادہ تم کو کس پر ترس آیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے ایک جنگل میں ایک عورت کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا، تو اسی وقت اس کے بچہ پیدا ہوا۔ پہلے مجھے اس پر رحم آیا کہ اکیلی ہے اور سفر میں مر رہی ہے۔ پھر اس کے بچہ پر ترس آیا کہ یہ چھوٹا بچہ جنگل میں اکیلا رہے گا، اس کا کوئی نگہبان نہیں ہے۔ فرشتوں نے کہا: اے ملک الموت! تم جس بادشاہ کی روح قبض کر کے لا رہے ہو، یہ وہی لڑکا ہے جس پر تمہیں جنگل میں ترس آیا تھا۔ ملک الموت بولے: سبحان اللہ! مولیٰ جس پر چاہے لطف و مہربانی فرمائے۔ (احیاء العلوم)

انسان اپنے انجام کے بارے میں نہیں سوچتا

حضرت عطا بن یسار فرماتے ہیں: جب پندرہویں شعبان کی شب آتی ہے، تو ملک الموت کو ایک لسٹ دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: اس میں جن لوگوں کے نام لکھے ہیں، اس سال تمہیں ان کی روح قبض کرنا ہے۔ (اور انسانوں کا یہ حال ہے کہ) کوئی درخت لگا رہا ہے۔ کوئی شادی کرر ہا ہے۔ کوئی عمارتیں بنا رہا ہے۔ بلڈنگوں پر بلڈنگیں بناتا چلا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس کا نام اس نوشتہ اور فہرست میں لکھا جا چکا ہے۔ اور اسے اس کی بالکل خبر نہیں۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے پتہ لگا کہ انسان کو اپنے انجام کی بالکل خبر نہیں۔ بہت سے انسان دنیا میں اپنے ادھورے کام، ادھورے مکان اور ادھورے پلان و ارادے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اور اتنے مصروف رہتے ہیں کہ موت اور آخرت کی تیاری نہیں کر پاتے ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں بار بار آگاہ فرمایا کہ ہم دنیا کی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ موت اور آخرت کی تیاری بھی کرتے رہیں۔ کیونکہ وہ بتا کے نہیں آتی۔ کس وقت آجائے، کوئی پتہ نہیں۔ موت کا فرشتہ ہر وقت ہماری تاک میں ہے۔

موت کا فرشتہ دن میں تین مرتبہ ہر گھر میں جھانکتا ہے

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: موت کا فرشتہ ہر روز ہر گھر میں تین مرتبہ آتا ہے۔ تو ان میں سے جس شخص کو دیکھتا ہے کہ اس کا رزق پورا ہو چکا اور مدت پوری ہو چکی، اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔ جب وہ روح قبض کرتا ہے، تو گھر والے رونے چلانے لگتے ہیں۔ تو فرشتہ اس کے دروازہ کو پکڑ کر کہتا ہے: قسم خدا کی

نہ میں نے اس کی روزی کھائی، نہ میں نے اس کے دن گھٹائے اور نہ میں نے اس کو فنا کیا۔ میں تو تم میں اسی طرح آتا رہوں گا۔ اور تم میں سے کسی کو نہ چھوڑوں گا۔ (کیونکہ میں تو اسی کام پر مامور و مقرر ہوں۔)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم خدا کی! اگر وہ لوگ اس کو دروازے پر کھڑا دیکھ لیں اور اس کی باتیں سن لیں، تو مرنے والے کو بھول جائیں، اور خود اپنے آپ پر رونے لگیں۔ (احیاء العلوم)

انسان اپنی موت کی جگہ خود پہنچ جاتا ہے

حضرت اعمش، حضرت خثیمہ سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ ملک الموت (انسانی شکل میں) حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کی مجلس میں بیٹھے ہوئے، ایک شخص کو تکنے لگے۔ جب وہ باہر چلے گئے۔ تو اس ہم نشین نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا یہ کون صاحب تھے؟ آپ نے فرمایا: یہ ملک الموت تھے۔ اس نے کہا: وہ مجھے بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ کہیں میری روح قبض کرنے تو نہیں آئے تھے؟ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کی: میں چاہتا ہوں کہ آپ ہوا کو حکم کریں، وہ مجھے دور زمین پر پہنچا دے۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا۔ اور ہوا نے اسے ہندستان کے آخری کنارہ پہنچا دیا۔ جب ملک الموت دوبارہ آپ کے پاس آئے، تو سلیمان علیہ السلام نے پوچھا: تم اس دن میرے فلاں ہم نشیں کو بہت دھیان سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! اسے آپ کے پاس بیٹھا دیکھ کر مجھے تعجب ہو رہا تھا۔ کیونکہ مجھے تھوڑی ہی دیر میں ہند کے آخری حصہ کی زمین پر اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن میں نے مقررہ وقت پر اس کو وہیں پایا۔ (احیاء العلوم)

کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کے ذریعہ اسے بہت جلدی اس کے ٹھکانہ پر پہنچادیا۔ اگر وہ اپنی طاقت اور ذرائع سے جاتا، تو مقررہ وقت پر نہیں پہنچ پاتا۔ اس سے پتا لگا کہ انسان اپنی موت کا سامان خود مہیا کر لیتا ہے۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے: کچھ چور ایک بکری چرا کر لے جا رہے تھے۔ وہ اسے ذبح کر کے کھانا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے پاس ذبح کیلئے چھری وغیرہ نہیں تھی۔ انھوں نے بکری کو ایک جگہ باندھ دیا۔ (چونکہ بکری کی ایک عادت ہے، جب اسے باندھ دو تو اپنے پیر سے زمین کھودنے لگتی ہے۔ اس لئے اپنی عادت کے مطابق) اس نے زمین کھودنا شروع کی۔ تو وہیں زمین کے نیچے چھری نکل آئی۔ چور چھری دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بکری کو وہیں ذبح کر کے کھا گئے۔

گویا بکری نے اپنی موت کا انتظام خود کیا۔ ایسے ہی انسان اپنی موت کی جگہ اور وقت پر خود پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ انسان حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعہ سے خود پہنچ گیا۔

عبرت ناک حکایت

روایت میں آیا ہے: اگلے زمانہ میں ایک شخص تھا، جس نے بہت مال جمع کیا تھا۔ مالوں میں کوئی ایسی قسم نہ چھوڑی تھی جو جمع نہ کی ہو۔ اور ایک بہت عمدہ مضبوط مکان بنا کر اس میں دو دروازے لگوائے۔ اور اس پر نوکروں کے پہرے بٹھائے۔ پھر اپنے اہل خانہ اور اہل خاندان کو جمع کر کے دعوت کا اہتمام کیا۔ اور وہ سب کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ خود ایک تخت پر پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گیا۔ اور اپنی جھوٹی تمناؤں اور آرزوؤں میں مست اپنے نفس سے کہنے لگا: اے نفس! اب تو برسوں تک خوب عیش کر۔ میں نے تیرے لئے بہت کچھ جمع کر دیا۔

یہ ابھی اپنی خواہشات اور غفلت بھری تمناؤں اور گھمنڈ بھری گفتگو کو پورا ابھی نہیں کر پایا تھا، اتنے میں ملک الموت فقیروں کے بھیس میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور گلے میں جھولی ڈالے آئے اور کواڑوں کو اتنے زور سے کھٹکھٹایا کہ وہ دہشت زدہ ہو گیا اور گھبرا گیا۔ اس کے نوکر جا کر اس فقیر پر ٹوٹ پڑے اور بولے تو کون ہے؟ تو فقیر نے فرمایا: اپنے مالک کو بلا کے لاؤ میرے پاس۔ انھوں نے کہا: ہمارا آقا تم جیسوں کے پاس آئے گا؟ اس آنے والے نے کہا: اسے تو آنا ہی ہوگا۔ نوکروں نے مالک کو یہ ماجرا سنایا۔ مالک نے کہا تم اس کی کچھ خدمت کر دیتے۔ تب تک فقیر نے پہلی مرتبہ سے زیادہ تیز دروازہ کھٹکھٹایا۔ نوکر پھر اس کی طرف بھاگے۔ تو فقیر نے نوکروں سے کہا: اپنے مالک کو بتا دو میں ملک الموت ہوں۔ جب نوکروں نے یہ سنا، تو ان پر ایسا رعب چھایا کہ ان کے ہوش اُڑ گئے اور ان کے مالک پر ذلت وخواری طاری ہوگئی اور وہ کپکپاتے ہوئے بولا: تم لوگ جاؤ اور اس سے نرم بات کرو۔ اور اس سے کہو اس کے عوض کسی اور کو لے لو۔

اتنے میں ملک الموت خود اس کے پاس آ گئے۔ اور اس سے فرمایا: اپنے مال میں جو بھی کرنا ہے کرلو۔ میں تیرے گھر سے تیری روح قبض کر کے ہی نکلوں گا۔ اس نے اپنا سارا مال اپنے سامنے جمع کرایا اور کہا: اے مال! تجھ پر خدا کی لعنت! تو نے ہی مجھے اپنے رب کی عبادت سے روکا۔ تیری مصروفیت نے ہی مجھے تنہائی میں سکون سے خدا کی عبادت نہ کرنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے مال کو قوت گویائی عطا کی۔ مال نے جواب دیتے ہوئے کہا: تو مجھے کیوں کوس رہا ہے؟ تو خود مجھے حاکموں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا تھا۔ غریب نیک لوگوں کو اپنے دروازہ سے بھگاتا تھا۔ طرح طرح کی عیاشیاں اور مزے میری ہی وجہ سے اڑاتا

تھا۔ میری ہی بدولت حاکموں کی مجلس میں جا کر جم کر بیٹھتا تھا۔ بدکاری اور گناہ کے کاموں میں مجھے خرچ کرتا تھا۔ اب میں تجھے نہیں بچا سکتا۔ اگر تو مجھے خیر اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرتا، تو میں ضرور تیرے کام آتا اور تیری مدد کرتا۔ اے آدمی! تو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ تجھے اختیار ہے چاہے نیکی کر چاہے بدی۔ پھر ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ گر پڑا۔ (احیاء العلوم)

دیکھو اس شخص نے مال اور جائداد میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی، جو جمع نہ کر لی ہو۔ اعلیٰ قسم کا محل بھی بنایا۔ لیکن پہلی نشست اور پہلی دعوت سے فارغ بھی نہیں ہو پایا تھا، کہ اچانک اٹھا لیا گیا۔ اس کا محل اور مال و دولت سب کا سب دھرا رہ گیا۔ ساری خواہشات اور تمنائیں دل میں ادھوری لئے چلا گیا۔ جہاں جانا تھا، جہاں ہمیشہ رہنا تھا، وہاں کیلئے محل اور کوٹھیاں بنانا تو دور کی بات، ایک اینٹ بھی نہ لگا سکا۔ اپنی بے شمار مال و دولت میں سے ایک رتی بھی ساتھ نہ لے جا سکا۔ یہ سب کرشمہ اور نتیجہ تھا بے جا خواہشات اور بے جا ہوا و ہوس کا۔

خواہش کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ہوا اور خواہش کو رکھ دیا۔ اسی خواہش اور لمبی لمبی بے جا امیدوں کی وجہ سے انسان اپنے خالق و مالک، موت، قبر اور قیامت سب کو بھول جاتا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ وہ بھی پوری نہیں ہوتیں۔ جاتے وقت صرف حسرت و مایوسی ساتھ لے جاتا ہے۔ انسان اگر اپنی تخلیق اور پیدائش کا مقصد اور ان خواہشات کے پیدا کرنے کی مصلحت و حکمت سمجھ لے، تو یقیناً کبھی اپنے خالق و مالک سے نہ غافل ہو، نہ گمراہ۔ انسان کے جسم کا تَقَوُّم و قیام یعنی اس کے بدن کی اصلاح و صحت اس وقت تک باقی نہیں رہتی، جب تک کہ وہ اپنے جسم

کو باقی اور درست رکھنے والی چیزوں کا استعمال نہ کرے۔ کھانے پینے، رہنے، پہننے، نکاح ومناکحت اور جماع وغیرہ کی خواہشات جب اس کے اندر پیدا ہونگیں، تبھی وہ ان چیزوں کا استعمال کرے گا۔ جب کھانے کی خواہش ہوگی، تبھی تو کھانا کھائے گا۔ جب پینے کی خواہش ہوگی، تبھی تو پئے گا۔ اس لئے قدرت نے کھانے، پینے اور نکاح ومناکحت کی چیزوں میں لذت پیدا کردی۔ اور انسان کے اندر قوتِ ذائقہ اور رغبت وشوق پیدا کردیا۔ اب اگر انسان کھائے پئے گا نہیں، تو اس کا جسم قائم نہ رہ سکے گا۔ ایسے ہی اگر نکاح ومناکحت کا عمل نہیں کرے گا، تو نسل باقی نہیں رہے گی۔ تو پتہ لگا کہ کھانا پینا وغیرہ قیامِ بدن اور بقائے صحت کیلئے ہے۔ تو جتنی مقدار میں انسان کا جسم اور اس کی صحت باقی اور درست رہے، اسے اتنی خواہش اور شوق ہونا چاہئے۔ خواہ وہ کھانے پینے کی چیزیں ہوں یا نکاح ومناکحت کی۔

نسل کی بقا

جماع اور نکاح کی شہوت کے کئی فائدے ہیں: (۱) بقائے نسل جو مقصود اعظم ہے۔ (۲) انسان کے اندر سے وہ زائد فضلہ مادہ منویہ خارج کرنا، جو کبھی انسان کو تکلیف پہنچاتا ہے اور بڑی بیماری کا سبب بن جاتا ہے۔

(۳) تیسرا اور اہم مقصد جس کو صرف انبیائے کرام علیہم السلام اور اہل اللہ ہی سمجھتے ہیں، وہ ہے عبادت میں یکسوئی اور خلوت وتنہائی میں مکمل توجہ الی اللہ۔

کیونکہ اس عملِ زوجیت کے بعد انسان کو اپنے مولیٰ سے مناجات اور سرگوشیوں میں جو حلاوت ولذت اور سکون حاصل ہوتا ہے، وہ غلبۂ شہوت، ہیجانی کیفیت اور منتشر وپراگندہ خیالی میں حاصل نہیں ہوسکتا۔ بعض انبیا، بعض صحابہ اور

بعض اولیا کے متعدد نکاح کرنے میں بہت سی حکمتوں میں ایک اہم حکمت یہ بھی پوشیدہ تھی۔ لیکن اس حکمت و مصلحت کو شہوت کے غلام اور ہوس کے پجاری نہیں سمجھ سکتے۔ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ

اپنا دین برباد کیا

اگر اللہ تعالیٰ انسان میں اپنی شریکۂ حیات سے ملنے کی شہوت نہ ڈالتا، تو وہ نہ کبھی اس کو چاہتا، نہ اس کی طرف مائل ہوتا۔ پھر انجام یہ ہوتا کہ نسل انسانی ختم ہو جاتی۔ جن لوگوں نے اس حکمت کو سمجھا، وہ دنیا کی طرف اتنا ہی مائل ہوئے، جتنی ضرورت تھی۔ لیکن جو اس مقصد سے جاہل رہے، وہ خواہشات و شہوات میں پھنس کر لمبی لمبی امیدوں میں پڑ گئے۔ فضول و بے مقصد چیزوں میں اپنی زندگی کو برباد کر دیا۔ اور جس اہم چیز (یعنی عبادت و بندگی) کیلئے پیدا کئے گئے، اس سے محروم ہو گئے۔ ان کی خواہشات نے ان کی دولت و عزت مٹی میں ملا دی۔ حتیٰ کہ دین کی تباہی و بربادی میں ڈال دیا۔ یعنی عزت و دولت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنا دین بھی برباد کر لیا۔ جیسا کہ بہت سی حکایات میں گزرا۔

جنہوں نے مقصد جان لیا وہ کامیاب

اور جن لوگوں نے یہ جان لیا کہ: یہ تمام چیزیں تو جسم کی سواری ہیں، جو اس دنیا کا سفر طے کرنے اور اس کی اصلاح و بقا کے لئے دی گئی ہیں (نہ کہ لذات و خواہشات کو پورا کرنے کے لئے) وہ اس دنیا میں کامیاب ہو گئے۔ اور انھوں نے دنیا میں اپنی خواہشات کو پورا کرتے ہوئے اپنے مولیٰ کو بھی راضی کر لیا اور اپنی آخرت بھی بنالی۔

اور اگر ان چیزوں سے انسان کا مقصد بھی صرف خواہشات پوری کرنا اور

مزے اڑانا ہوتا، تو پھر انسان اور جانور میں فرق کیا رہتا؟ پھر تو انسان بَلْ هُمْ اَضَلُّ (بلکہ ان (جانوروں) سے بھی بڑھ کر گمراہ) کا مصداق ہوتا۔

اب مولیٰ کریم نے انسان میں ان چیزوں کی جو خواہش وشہوت پیدا کی ہے، وہ بھی ان کے استعمال کا ایک بہانہ ہے، کہ اس شہوت ہی کی وجہ سے ہم ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں۔ انسان کو اگر شہوت وخواہش نہ ہوتی، تو کبھی ان چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتا۔ اسی چیز کو مولیٰ کریم اپنے اس قول میں بیان فرماتا ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (پارہ:۸۔الاعراف:۳۱)

ترجمہ: کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ (یعنی بیجا لذتوں میں نہ اڑاؤ یا لذتوں میں پھنس کر نہ رہ جاؤ۔)

لمبی لمبی امیدیں اور ان کا انجام

انسان کو موت اور اس کی سختیوں، قبر اور اس کی تنہائیوں اور قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے جو غافل رکھنے والی چیز ہے۔ وہ ہیں اس کی لمبی لمبی امیدیں۔ اگر انسان اپنی امیدوں کو کم اور کوتاہ کر لے اور گھٹانے کی کوشش کرے، بس اپنی امیدوں کو اپنی ضرورتوں تک گھیر کر رکھے، تو یقیناً آخرت کی تیاری سے اِتنا غافل نہیں رہے گا۔

اب ہم کچھ وہ حدیثیں اور وہ آثار و واقعات ذکر کریں گے، جن میں انسان کو طُولِ اَمَل سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی لمبی امیدوں کو گھٹانے اور کم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور امیدیں کم کرنے کے فوائد اور امیدیں کوتاہ کرنے کی فضیلت کے بارے میں بھی بیان کریں گے۔

اپنی زندگی میں اپنی موت کیلئے کچھ کرلو

اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دن عبداللہ بن عمر سے فرمایا: جب تم صبح کرو، تو اپنے کو شام والوں میں شمار مت کرو۔ اور جب شام کرو، تو صبح والوں میں۔ اور اپنی زندگی میں موت کے واسطے کچھ تیار کرو۔ اور اپنی صحت وتندرستی کے وقت بیماری اور کمزوری کیلئے۔ کیونکہ اے عبد اللہ! تمہیں نہیں معلوم کل تمہارا نام کن میں ہوگا؟ زندوں میں یا مردوں میں؟ (احیاء العلوم)

انسان کی دو بہت خطرناک عادتیں

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں دو خصلتوں کا بہت خوف کرتا ہوں۔ (یعنی وہ دو عادتیں جو انسان کو بگاڑنے اور گمراہ کرنے میں بہت خطرناک ہیں)

(۱) نفس کی خواہشات کی پیروی (۲) لمبی امیدیں

نفس کی خواہشات کی پیروی انسان کو حق سے روکتی ہے۔ اور لمبی لمبی امیدیں دنیا کی محبت میں مبتلا کردیتی ہیں۔ پھر آگے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: خبردار! اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے، جس سے محبت کرتا ہے اور اس کو بھی، جس سے بغض رکھتا ہے۔ لیکن ایمان ویقین کی دولت صرف اس کو ہی دیتا ہے، جس سے محبت فرماتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: سنو! (انسان دو قسم کے ہوتے ہیں)

(۱) اَبنائے دنیا یعنی دنیادار (۲) اَبنائے دین یعنی دیندار

توتم ابنائے دین یعنی دیندار بنو۔ دنیادار نہ بنو۔ اور اتنا یاد رکھو: دنیا ہم سے منہ پھیر کر جارہی ہے۔ اور خبردار! آخرت ہماری طرف آرہی ہے۔ اور اتنا خیال

رکھو: آج تم عمل کے دن میں ہو، جس میں حساب نہیں۔ (یعنی آج تمہیں عمل کا موقع ہے، حساب نہیں دینا۔ لیکن کل تم حساب کے دن میں پہنچو گے، وہاں عمل نہیں۔ (یعنی کل قیامت میں حساب دینا ہے اور عمل کا موقعہ نہیں۔ مطلب صاف واضح ہے: دنیا دارِ عمل ہے اور آخرت دارِ حساب) (احیاء العلوم)

تم شرم نہیں کرتے

ام منذر فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن شام کے وقت لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کس بات میں؟ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اکٹھا کرنے میں لگے ہو وہ چیزیں، جنہیں کھا نہ پاؤ گے۔ اور امیدیں باندھ رہے ہو لمبی لمبی، جنہیں حاصل نہ کر پاؤ گے، اور بنا رہے ہو ایسے مکان اور کوٹھیاں جن میں رہ نہ پاؤ گے۔ (احیاء العلوم)

تین لکڑیوں کی مثال

روایت ہے: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن تین لکڑیاں لیں۔ ایک کو اپنے سامنے گاڑا، دوسری اس کے پاس میں اور تیسری کو کچھ دور گاڑا۔ پھر آپ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تو اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پہلی لکڑی انسان ہے۔ اور اس کے پاس والی اس کی موت ہے۔ اور جو دور ہے، وہ اس کی لمبی لمبی امیدیں ہیں۔ (نادان) انسان دور والی یعنی لمبی لمبی امیدوں سے تعلق و معاملہ رکھ کر قریب والی یعنی موت کو بھول جاتا ہے۔ لیکن

موت اس کو ان تک پہنچنے نہیں دیتی۔ بیچ میں ہی اچک لیتی ہے۔(احیاء العلوم)

اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی، آپ اپنے صحابہ اور اپنی امت کو معقول اور غیر محسوس چیزوں کو محسوس اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی چیزوں سے تشبیہ اور طرح طرح کی مثالیں دے کر سمجھایا کرتے تھے۔ تاکہ وہ عالم آخرت، عالم بالا اور عالم غیب کی چیزوں کو آسانی سے سمجھ لیں۔ مقصد یہی تھا؎:

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

اب اس حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین لکڑیاں گاڑ کر انسان کی موت اور اس کی لمبی امیدوں کو کتنے اعلیٰ پیرائے، کتنے صاف اور واضح انداز میں سمجھایا۔ نادان سے نادان انسان بھی ادنیٰ توجہ سے سمجھ سکتا ہے کہ انسان اپنی لمبی امیدوں میں الجھا ہوا ہے، جو اس سے بہت دور ہیں۔ اور موت جو اس کے بہت قریب ہے، اس سے غافل ہے۔ مگر وہ قریب کی چیز موت اسے لمبی امیدوں تک پہنچنے نہیں دے رہی۔

دو چیزیں جوان رہتی ہیں

ایک حدیث میں آیا ہے: انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ (۱) مال کا حرص (۲) عمر کی حرص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اس امت کے پہلے لوگ ایمان ویقین، زُہد اور دنیا کی بے رغبتی کے سبب نجات پا جائیں گے۔ اور بعد کے لوگ بخل اور لمبی لمبی امیدوں کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک بوڑھے کا حرص اور لمبی امیدیں

بیان کیا گیا ہے: حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور پاس

میں ایک بوڑھا آدمی کدال یا پھاوڑے سے زمین کھود رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ تو اس بوڑھے کی امیدیں اس سے دور کر دے۔ اچانک بوڑھے نے کدال رکھ دی اور لیٹ گیا اور ایک آدھ گھنٹہ لیٹا رہا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ اس کی امیدیں اس کو دے دے۔ وہ بوڑھا اٹھ کر پھر کام کرنے لگا۔ تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: پہلے تم لیٹ کیوں گئے؟ اور اب کیوں کام کرنے لگے؟ تو بوڑھا بولا: جب میں کام کر رہا تھا، تو میرے نفس نے مجھ سے کہا: تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو، کب تک کام کرو گے؟ اس لئے میں نے کدال رکھ دی اور میں لیٹ گیا۔ پھر اس کے بعد میرے نفس نے مجھ سے کہا: جب تک زندہ ہوں گزراوقات کے لئے کچھ تو فکر کرنا پڑے گی، اس لئے اٹھ کر کام کرنے لگا۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے، انسان کی امیدیں ہی اس کو کام پر ابھارتی ہیں۔ اگر اس کی امیدیں نہ ہوں، تو بالکل کام نہ کرے۔ اب جائز و ضرورت تک تو امیدوں اور خواہشات کو پورا کرنا عقل میں آنے والی بات ہے۔ لیکن ضرورت کے بعد لمبی لمبی امیدوں میں پھنس کر آخرت کو تباہ و برباد کر دینا، یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟

کیا جنت میں جانا چاہتے ہو؟

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: کیا تم سب لوگ جنت میں جانا چاہتے ہو؟ تمام صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ ہاں! (ہم جانا چاہتے ہیں) تو اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر اپنی لمبی لمبی امیدیں کم کرو۔ اپنی موت کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ سے جیسی شرم وحیا

کرنی چاہئے، ویسی کرو۔(احیاء العلوم)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ انسان کی لمبی لمبی امیدیں ہی جنت یا جنتی کاموں سے روکتی ہیں۔ اور اگر انسان ہمیشہ دل میں موت کا تصور و دھیان رکھے، تو اس تصور و دھیان سے اس کی لمبی لمبی امیدیں بھی کم ہو جائیں گی اور وہ آخرت کی تیاری میں بھی لگ جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طور پر اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کیا کرتے تھے: الٰہی! میں تیری ایسی دنیا سے پناہ چاہتا ہوں، جو آخرت کی بھلائی سے روک دے۔ اور ایسی زندگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، جو موت کی بہتری سے روک دے۔ اور ایسی لمبی امیدوں سے پناہ چاہتا ہوں، جو عمل کی بہتری سے روک دے۔

امیدوں سے دنیا آباد ہے

حضرت مطرف ابن عبداللہ فرماتے ہیں: اگر میں جان جاؤں کہ میری موت کب ہوگی؟ تو مجھے اپنی عقل کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بڑا احسان کیا کہ: موت سے غفلت دے دی۔ اگر یہ غفلت نہ ہوتی، تو نہ زندگی اچھی گزرتی اور نہ دنیا میں بازار لگتے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: بھول جانا اور امیدیں انسان کیلئے دو بڑی نعمتیں ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتیں، تو کوئی انسان بازاروں اور سڑکوں پر چلتا نظر نہ آتا۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: میں نے سنا ہے: انسان احمق پیدا ہوا ہے۔ اگر یہ حماقت نہ ہوتی تو زندگی اچھی نہ گزرتی۔

حضرت ابوسعید ابن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: یہ دنیا کم عقلوں کی وجہ سے آباد ہے۔(احیاء العلوم)

کلام کا خلاصہ: ان تمام اقوال وروایات سے صاف معلوم ہورہا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ مطلق خواہش یا امید ناجائز و بری نہیں۔ جیسا کہ میں پیچھے بتا کے آیا ہوں: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر شہوت وخواہش کو رکھ دیا ہے۔ اگر یہ شہوت وخواہش اور امیدیں نہ ہوں، تو وہ عقل وشعور کو کھانے پینے، لباس و خوراک اور رہنے کو مکان وغیرہ کسی چیز کی فکر نہیں لگاتا۔ اور جب ہر انسان کی یہی سوچ وفکر ہوتی، تو یہ دنیا کہاں آباد ہوتی؟ یہ زمین جائداد، دکان ومکان، مارکیٹ، بازار، کوٹھیاں، محل، ٹاور، یہ برج اور یہ ہوٹل وغیرہ دنیا کی زینت کی چیزیں انسان کی امیدوں ہی کا تو نتیجہ ہیں۔ یہ دنیا کی ضرورت کی چیزیں حاصل کرنا انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی زندگیوں سے بھی ثابت ہیں۔ سوال صرف اتنا ہے: کیا لمبی لمبی امیدوں میں پھنس کر اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر لینا انسان کو زیب دیتا ہے؟ جو لوگ لمبی لمبی امیدوں میں پھنس کر اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر رہے ہیں، یقیناً وہ جائے عبرت ہیں۔

تعجب میں ڈالنے اور رلانے والی تین چیزیں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے تین چیزوں نے اتنا تعجب میں ڈالا کہ ہنسا دیا۔ (۱) دنیا کی لمبی لمبی امیدیں کرنے والا۔ حالانکہ موت اس کی تلاش میں ہے۔ (۲) موت سے غافل انسان۔ حالانکہ موت اس سے غافل نہیں۔ (بلکہ اس کی تاک میں ہے۔) (۳) منہ بھر کے ہنسنے والا۔ جبکہ اس کو پتہ نہیں کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناراض، پھر بھی وہ ہنس رہا ہے؟

اور تین چیزوں نے مجھے اتنا غمگین ورنجیدہ کیا کہ رلا دیا۔

(۱) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوران کے صحابہ کی جدائی۔ (۲) قیامت کا خوف۔ (۳) قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر۔ پتہ نہیں وہ جنت کا حکم دے گا یا دوزخ کا۔ (احیاء العلوم)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک اہم خطبہ

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں لوگوں کو دنیا کی لمبی لمبی امیدوں سے ڈراتے ہوئے اور سفرِ آخرت کے لئے توشہ تیار کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! سن لو ہر سفر کے لئے زادِراہ ضروری ہے۔ توتم اس دنیا سے آخرت کے سفر کیلئے تقویٰ کا توشہ اور زادِراہ تیار کرلو۔ اورتم اس کی طرح ہوجاؤ، جس نے اللہ تعالیٰ کے ثواب وعذاب کو دیکھ لیا ہو۔ کہ وہ ثواب کی طرف دوڑ رہا ہے اور عذاب سے بھاگ رہا ہے۔ (یعنی ثواب وعذاب یقینی ہے۔ تو اب ثواب کی رغبت کرو اور عذاب سے ڈرو۔) اور فرمایا: اے لوگو! تم دنیا کی حرص اور امیدیں زیادہ نہ بڑھاؤ۔ ورنہ تمہارے دل سخت اور پتھر ہوجائیں گے اور تم اپنے دشمن کے غلام بن جاؤ گے۔ آگے فرماتے ہیں: قسم اللہ کی! وہ شخص اپنی امیدیں نہیں بڑھاتا، جسے یہ معلوم نہ ہو کہ صبح کے بعد شام اور شام کے بعد صبح ملے گی۔ اوران دونوں کے بیچ موت کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہم تم نہ جانے ایسے کتنے لوگوں کو دیکھ چکے ہیں، جو دنیا پر مغرور وفریفتہ تھے۔ اسی کی آنکھ تو ٹھنڈی ہوسکتی ہے، جو عذاب الٰہی سے نجات کا یقین رکھتا ہو۔ اور دنیا میں وہی تو خوش ہوسکتا ہے، جو قیامت کی ہولناکیوں سے بے خوف ہو۔

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: کہاں چلے گئے وہ لوگ، جن کے منہ خوبصورت اور چمک دمک والے تھے؟ جو اپنی جوانی پر خوب اترایا کرتے تھے؟ اور کہاں چلے گئے وہ شاہانِ زمانہ، جو بڑے بڑے شہر بسایا کرتے تھے؟ اور شہر کی بڑی بڑی مضبوط دیواریں اور شہر پناہیں بنایا کرتے تھے؟ اور کہاں ہیں وہ بہادر، جو جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے؟ یقیناً زمانہ نے ان کو ختم کر دیا۔ اور وہ تنگ و تاریک قبروں میں جا بسے۔ جلدی کرو، دوڑو اور اپنی نجات کے لئے کچھ کرو۔ نجات، نجات، نجات۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا آخری خطبہ

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری خطبہ میں اللہ پاک کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! نہ تم بیکار پیدا کئے گئے ہو۔ نہ بیکار چھوڑے جاؤ گے۔ تمہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ایک دن حکم اور فیصلہ کی جگہ اکھٹا کرے گا۔ تو اس دن خائب و خاسر اور تباہ و برباد وہ ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت اور اس جنت سے محروم کر دے گا، جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔ اور کل قیامت میں امن و امان اور راحت اس انسان کو ہوگی، جس نے خوف اور تقویٰ اختیار کیا۔ تھوڑی اور فانی کے بدلہ بڑی اور باقی جنت کو خرید لیا۔ اور بدبختی سے بچ کر سعادت حاصل کر لی۔ آج تم گزرے ہوؤں پر سوگ اور افسوس کرتے ہو۔ کل اسی طرح تمہارے بعد والے تم پر کریں گے۔ تم ہر روز صبح و شام دیکھتے ہو، جن کا وقت پورا ہو جاتا ہے، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اور

ان کی لمبی لمبی امیدیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اور تم ان کو اپنے ہاتھوں زمین کے تنگ گڑھے کے اندر بے تکیہ اور بے بچھونا رکھ کر چلے آتے ہو۔ نہ کوئی سامان ان کے ساتھ ہے، نہ کوئی رفیق و غمخوار ہے اور وحشت و تنہائی کے ساتھ حساب کا سامنا۔ (پھر آخر میں بطور تواضع و انکساری فرمایا:)

خدا کی قسم! یہ باتیں میں تم سے کہہ تو رہا ہوں، مگر جتنے گناہ میں اپنے نفس میں پاتا ہوں، اتنے تم میں سے کسی کے اندر میں نہیں جانتا۔ لیکن سنن الٰہیہ عدل و انصاف کے ساتھ جاری ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم کرتا ہوں اور اس کی معصیت و نافرمانی سے روکتا ہوں۔ پھر آپ نے استغفار پڑھا۔ اس کے بعد اپنی آستین منہ پر رکھ کر اتنا روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر اس مقام پر دوبارہ آنے کی نوبت نہ آئی۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ (احیاء العلوم)

یہ تھا اللہ والوں کا خوف، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی فکر، موت کی تیاری اور اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت میں کھڑے ہونے کا اندیشہ۔ اور یہ تھا ان کے تواضع کا عالم کہ کبھی اپنے نفس کو پارسا نہ سمجھا۔ بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ گنہگار اپنے آپ ہی کو سمجھا۔ اتنی بڑی حکومت و سلطنت کے خلیفۂ راشد ہونے کے بعد بھی وصال کے وقت چند دینار کے علاوہ کچھ ترکہ نہ چھوڑا۔ اس کے باوجود بخشش و نجات کے لئے کانپتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ خدا رسیدہ لوگوں کی یہی شان ہوتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دنیا میں اپنی لمبی لمبی امیدوں کو کم کر لینا ہی زہد و تقویٰ ہے۔ موٹا جھوٹا کھانے اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے کا نام تقویٰ نہیں۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے پتہ لگا: انسان کو اپنی آرزوئیں اور امیدیں کم کرنا چاہیۓ۔ لمبی لمبی امیدوں سے کنارہ کش ہو جائے، پھر اچھا کھائے اچھا پہنے، تو یہ تقویٰ کے منافی نہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تک حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام سے لغزش نہیں ہوئی تھی۔ ان کی امیدیں پیٹھ پیچھے تھیں اور موت آنکھوں کے سامنے۔ لیکن جب آپ سے لغزش ہوئی، تو معاملہ اُلٹ گیا۔ امیدیں آنکھوں کے سامنے کردی گئیں اور موت پیٹھ کے پیچھے۔ (احیاء العلوم)

پتہ لگا انسان لمبی لمبی امیدوں میں اپنی فطرت کی وجہ سے پھنسا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور موت پیٹھ کے پیچھے ہے، اس لئے اس سے غافل حالانکہ موت تاک میں ہے۔

ایک بزرگ نے اپنے بھائی کو خط لکھا: بھائی! دنیا ایک خواب ہے اور آخرت تَیَقُّظ و بیداری۔ اور موت ان دونوں کے بیچ ایک واسطہ ہے۔ اور ہم پراگندہ خوابوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ فقط والسلام

ایک اور شخص نے اپنے بھائی کو خط لکھا اور فرمایا: اے بھائی! دنیا کا غم لمبا ہے۔ موت انسان کے قریب ہے۔ اور ہر دن کچھ نہ کچھ اس کی زندگی سے گھٹتا جا رہا ہے۔ اور بلا و کمزوری آہستہ آہستہ جسم میں آ رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ کوچ کا نقارہ بجایا جائے، سفر کی تیاری کرلو۔ فقط والسلام

دنیا ڈھلتا سایہ ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک دن اپنے خطبہ میں لوگوں کو پند و نصیحت کرتے ہوئے دنیا کی ناپائداری اور کمزوری کو بیان کیا اور فرمایا:

اے لوگو! یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ بہت سے ایسے گھر ہیں، جن

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فنا و بربادی لکھ دی ہے۔ اور ان اہل خانہ کو ان کے گھر چھوڑنے کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے۔ بہت سے آباد گھر چند دن میں اجڑ جاتے ہیں، حالانکہ ان گھروں میں بہت سے مکین رہنے کا حرص کرتے ہیں۔ لیکن سفر کر کے چلے جاتے ہیں۔ لہذا اے لوگو! ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ اس دنیا کے گھر سے اچھی طرح نکلو۔ اور اپنے ساتھ لیجانے کی جو چیزیں ہیں، ان میں سب سے اچھا توشہ اور سامان لے کے چلو۔ اور اس سفر کا سب سے اچھا زادِ راہ ''تقویٰ'' ہے۔ اور اس دنیا کا حال تو ڈھلتے سایہ جیسا ہے کہ اسے تو ڈھلنا ہی ہے۔ انسان دنیا میں رہتا ہے، رغبت و چاہت سے بیٹھا ہے۔ دنیا کی لذتوں سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہا ہے۔ اچانک خدائے تعالیٰ اپنے حکم سے اسے بلاتا ہے، اس کے سر پہ موت ڈال دیتا ہے تو اس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔ اس کا مال و دولت اور اس کی عمارتیں بلڈنگیں دوسروں کے نام کر دی جاتی ہیں۔ یہ دنیا بظاہر جتنی تر و تازگی دکھاتی یا دیتی ہے، اتنا خوش نہیں کرتی۔ یہ خوشی کم اور رنج زیادہ دیتی ہے۔ (احیاء العلوم)

کیسی حقیقت پر مبنی باتیں ہیں۔ شب و روز ہر آدمی دیکھتا ہے، بڑے بڑے عہدوں اور رتبوں کی تختیاں کوٹھیوں اور آفسوں سے ذرا سی دیر میں بدل جاتی ہیں۔ زمین جائداد اور بینکوں کے کھاتے لوگ اپنے باپ داداؤں کے نام سے اپنے نام کر لیتے ہیں۔ اسی طرح سے یہ سب چیزیں ان کے ناموں سے دوسرے ناموں میں منتقل ہو جائیں گی۔ اور ایک دن انسان کا نام ونشان دنیا سے مٹ جاتا ہے۔ کسی کی خوش قسمت اور ''سعادت مند اولاد'' کبھی نیاز فاتحہ میں یاد کر لیتی ہے اور کبھی وہ بھی نہیں۔ اور یہ دنیا جتنی تر و تازہ دکھتی ہے، حقیقت میں اتنی

تر و تازہ ہے نہیں۔لیکن غافل لوگوں کی آنکھوں پرغفلت کے پردے پڑے ہیں۔وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ پارہے ہیں۔لیکن جنہیں اللہ تعالیٰ نے نورِ ولایت اور فراست ایمانی سے نوازا ہے، وہ اس حقیقت کو خود بھی خوب سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے آگاہ فرماتے ہیں۔ ؎

دنیا کو تو کیا جانے، یہ بِس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی کیسی بھولی بھالی ہے

ع جہاں اے برادر نماند بکس

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت اور اس کے بعد آنے والی آخرت کی زندگی کے مراحل ومنزلوں کی سختیوں اور کٹھنائیوں کو وہی جانتے اور سمجھتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، جو نورِ نبوت اور نورِ ولایت سے سرفراز کئے گئے ہیں۔مولیٰ کریم اپنے فضل سے ہمیں ایسے لوگوں کی صحبت اور ان کی سچی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

لمبی اُمیدیں کیسے گھٹائیں؟

آخرت کی تیاری میں انسان کے سب سے زیادہ آڑے آنے والی چیز اس کی لمبی لمبی امیدیں ہیں۔تو ہمیں اب یہ چیزیں جاننا ضروری ہیں:

(۱) لمبی لمبی امیدیں کس سبب سے ہمارے اندر پیدا ہوتی ہیں۔

(۲) اس خطرناک بیماری کا علاج کیا ہے؟

تو پہلے سوال کے جواب میں سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
انسان کی لمبی لمبی امیدوں کے دو سبب ہیں: (۱) دنیا کی محبت (۲) جہالت و نادانی

لمبی امیدوں کا پہلا سبب: دنیا کی محبت

محبت کا مسئلہ تو یہ ہے کہ: آدمی جب دنیا کی خواہشات ولذات سے مانوس ہو جاتا ہے،تو ظاہر ہے اس کی جدائی اس پر بہت شاق اور گراں گزرتی ہے۔ اور موت جو اس دنیا کی جدائی کا سبب ہے، اس سے نفرت کرتا ہے۔اور انسان کو جس چیز سے نفرت ہوتی ہے، اس کی فکر نہیں کرتا اور اس سے اپنے نفس کو ٹالا کرتا ہے۔ ہمیشہ جھوٹی سچی خواہشوں میں مشغول رہتا ہے۔اور اپنے کے لئے ایسی آرزوئیں اور تمنائیں کرتا ہے، جو اس کے مزاج وطبیعت اور مرضی کے مطابق ہوں اور جن سے اس کی طبیعت خوش رہے۔انہیں کا خیال رکھتا ہےاور انہیں لوازمات کو، جن کو اس نے اپنے لئے ضروری کرلیا ہے یا مال، اولاد، گھر، مکان، دوست احباب، گاڑی گھوڑے اور سامان زندگی ہی میں اس کا دل اٹکا رہتا ہے۔ پھر وہ موت کو یاد کرنا تو بہت دور کی بات ہے،اس کے دل میں موت کا خیال بھی نہیں گزرتا۔ اور اگر کبھی کبھار اس کا خیال آ بھی جائے،تو نفس وشیطان وعدہ کرتے ہیں اور ٹال مٹول کراتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں: ابھی تو بہت دن باقی ہیں بڑا ہو کر توبہ کر لینا۔ جب بڑا ہو جاتا ہے،تو کہتے ہیں: بوڑھا ہو کر توبہ کر لینا۔ اور جب بوڑھا ہو جاتا ہے،تو کہتے ہیں: یہ مکان بنالے، یہ زمین خرید لے، اس بچے کی شادی کر لے، اس بیٹی کی شادی کر لے، اولاد کی شادی کے بعد پھر پوتے پوتیوں کو دیکھ لے، پوتا پوتی ہو جانے کے بعد ان کی شادی بیاہ اور ان کے گھر مکان میں الجھا دیتا ہے۔

بات تو لمبی ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: وہ اسی طرح ٹال مٹول کراتے رہتے ہیں۔ ایک کام سے دوسرے کام میں لگاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی دن

موت اچانک آکراسے ایسے وقت پراچک لیتی ہے،جس کا اسے وہم وگمان تک نہیں ہوتا۔اب اس کے پاس علاوہ حسرت وافسوس کے کچھ نہیں ہوتا۔

اور روایتوں میں آیا ہے: اکثر دوزخی دوزخ میں لیت ولعل (یعنی ٹال مٹول) ہی کی وجہ سے فریاد کریں گے۔کہ ہائے ہم نے تاخیر کیوں؟

اور ان تمام جھوٹی خواہشات اور آرزوؤں کی جڑ ہے دنیا کی محبت۔ اگر مؤمن اُس حدیث کو پیش نظر رکھتا تو شاید اتنی غفلت نہ کرتا،جس میں اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: توجس سے چاہے اس سے محبت کر لینا۔لیکن اسے تجھے ایک دن چھوڑنا ضرور ہے۔(تلخیص از احیاء العلوم)

لمبی امیدوں کا دوسرا سبب جہالت ونادانی

انسان کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ: وہ کبھی اپنی جوانی پر اعتماد و بھروسہ کرتا ہے،کبھی اپنی طاقت وقوت پر اور کبھی مال ودولت پر۔اور ان پر بھروسہ کر کے موت آنے کو بعید جانتا ہے۔(معاذ اللہ) حالانکہ جوانی اور طاقت وقوت پر بھروسہ کرنے والوں کو غور کرنا چاہئے کہ: بوڑھوں کے علاوہ بچے اور جوان بھی مرتے ہیں۔ایسے ہی بیماروں کے علاوہ تندرست وصحت منداور طاقتور بھی مرتے ہیں۔اور یقیناً ہر انسان جانتا ہے اچانک موت آجانا یا مرنا ناممکن ومحال نہیں،اسی طرح بیماری بھی اچانک آجاتی ہے۔اس لئے ہر غافل کوسوچنا چاہئے کہ موت کے لئے کوئی وقت مخصوص نہیں۔بڑھاپا،جوانی،ادھیڑپن،گرمی،سردی،دن،رات کسی بھی وقت موت آسکتی ہے۔تواب اس صورت میں کتنا چوکنا رہنا چاہئے؟اوراس کی تیاری کتنی چستی سے کرنا چاہئے؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔مگر آدمی دنیا کی محبت اور اپنی جہالت ونادانی کی وجہ سے لمبی لمبی امیدوں میں گرفتار اور موت کے

جلد آ جانے سے غافل ہے۔

طُولِ اَمل اور غفلت کا علاج

اوپر کے بیان سے اتنا معلوم ہو گیا کہ لمبی لمبی امیدوں کا جو سبب ہے، وہ ہے جہالت اور دنیا کی محبت ہے۔ تو اب ظاہر بات ہے اس خطرناک بیماری کا علاج یہی ہے کہ بیماری کے سبب کو دور کر دیا جائے، بیماری خود بخود ختم ہو جائے گی۔ رہا یہ سوال کہ یہ جہالت و نادانی کی بیماری دور کیسے ہو؟ تو اس کے لئے سب سے بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اُن اللہ والوں کی صحبتیں تلاش کی جائیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قلوبِ طاہرہ اور پاک دل عطا کئے ہیں۔ یا جنہوں نے اپنی عبادت وریاضت کے ذریعہ اپنے دلوں کو دنیا کی محبت اور اس کی گندگیوں سے پاک کر لیا ہے۔ اور ان کی صحبت میں رہ کر ان کی علم وحکمت بھری باتیں سنی جائیں۔ اور ان کے نیک اعمال اور عبادات وریاضات وغیرہ سے استفادہ کیا جائے۔ اور علم وحکمت کی یہ باتیں بھی اپنے دل ودماغ کو دنیا کی گندگیوں سے صاف کر کے سنی جائیں۔

دنیا کی محبت کا علاج

رہا مسئلہ غفلت اور لمبی امیدوں کے پہلے سبب ''دنیا کی محبت'' کا، تو دنیا کی محبت دل سے نکالنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے، جو قریب قریب لاعلاج ہے۔ جس کے علاج سے اگلوں پچھلوں میں سے بڑے بڑے لوگ تھک گئے۔ مگر وہ کہ مولیٰ کریم کی توفیقِ رفیق جس کے شامل حال ہو اور جس پر اس کے حبیب لبیب طبیبوں کے طبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمِ عنایت ہو جائے، اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ البتہ اس بیماری کا علمی علاج یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر سچے دل سے ایمان لائے۔ اور قیامت کے بعد جو ثواب عظیم

اور عذاب ِ الیم ہونے والا ہے، اس پر یقینِ کامل رکھے۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً دنیا کی محبت انسان کے دل سے جاتی رہے گی۔ کیونکہ بڑی چیز کی محبت انسان کے دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو ختم کر دیتی ہے۔ اور آخرت اور اس کی نعمتیں کتنی عظیم اور کتنی بڑی ہیں؟ یہ جگ ظاہر ہے۔ اِس فانی دنیا کا کوئی بھی عیش و آرام اخروی زندگی اور اس کی ابدی راحتوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ انسان جب بھی اس فانی نیا کی حقارت کا عقبیٰ کی زندگی کی نفاست سے مقابلہ کرے گا، تو دنیا کی طرف مائل ہونے کو برا جانے گا۔ اگرچہ اسے پورب کے آخری کونے سے پچھّم کے آخری کونے تک پوری دنیا کی سلطنت کیوں نہ دے دی جائے۔ اور جب کسی انسان کو اس دنیا میں سے معمولی سا حصہ ہی ملا ہو، وہ بھی کدورت و بدمزگی سے بھرا ہوا ہو اور نقصان سے خالی نہ ہو، تو ایسی ناقص اور فانی چیز سے آخرت پر ایمان و یقین رکھنے والے کا دل کیسے اور کیوں کر خوش ہو گا؟ اور وہ بھی جو آخرت سے ایمان کے ساتھ محبت رکھتا ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں: مولیٰ کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری نظروں میں دنیا ایسے ہی کر دے، جیسے تو نے اپنے نیک بندوں کی نظروں میں کر دی۔ اور ہمیں دنیا کی وہ حقیقت دکھا دے، جو تو نے اپنے نیک بندوں کو دکھا دی۔ ع

اس مردار پے کیا للچانا دنیا دیکھی بھالی ہے

لیکن دنیا کا یہ حال انہیں کی نظروں میں ہے، جو صاحب بصیرت ہیں۔ اور اپنے ولایت کے نور سے آخرت کی نعمتوں کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(مستفاد من احیاء العلوم)

موت کے دھیان کا سب سے اچھا طریقہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اپنے دل پر موت کا دھیان اور تصور جمانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ: انسان اپنے ساتھ والے ان لوگوں کے حال پر غور کرے، جو دنیا سے چلے گئے، کہ: انہیں ایسے وقت موت آگئی کہ انہیں اس کا خیال بھی نہ ہوگا۔ لیکن جو اس کے لئے پہلے سے ہی تیاری کئے بیٹھا تھا وہ فلاح اور بڑی کامیابی پا گیا۔ اور جس نے لمبی لمبی امیدوں میں پھنس کر مغالطہ یا دھوکہ کھایا، وہ کھلے ہوئے گھاٹے میں رہا۔ باقی اور طریقے موت کو یاد کرنے کے ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ عذابِ قبر، حسابِ قبر، منکر نکیر کے سوالات، حشر ونشر، قیامت کی ہولنا کیاں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کے اعلان کا خوف وغیرہ یہ سب ایسی فکریں ہیں، جو انسان کے دل پر موت کے دھیان کو تازہ کرتی رہتی ہیں۔ پھر انسان اس کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔

جس نے آج دیا وہ کل بھی دے گا

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: کل کی روزی کی زیادہ فکر مت کرو۔ اگر کل تمہاری زندگی باقی رہے گی، تو تمہاری روزی تمہاری زندگی کی سانسوں کے ساتھ آئے گی۔ اور اگر کل تمہیں فرصت ومہلت نہ ملی، تو اپنے آپ کو تباہ و برباد کر کے دوسروں کیلئے اتنے اہتمام کی کیا ضرورت؟

جھوٹی امیدوں کی پہچان

تمنا، آرزو، امید یہ انسان کے دل کے فعل ہیں۔ ویسے تو جس انسان سے سوال کیا جائے، وہ یہی کہے گا کہ ہمارے دل میں دنیا کی زیادہ امیدیں نہیں

ہیں۔نہ ہمیں دنیا کی زیادہ تمنا ہے۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ایسا انسان آخرت کے اعمال کی طرف سبقت کررہا ہے؟ یا دنیا کے دھندوں میں پھنس کر آخرت کو بھولا ہوا ہے؟ اگر وہ آخرت کے اعمال کی طرف نہیں بڑھ رہا ہے، دنیا ہی میں الجھا ہوا ہے، تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ کیونکہ انسان کی باتوں اور اس کی نیت کی تصدیق اس کا عمل کرتا ہے۔ اگر اس کے اندر دنیا کی امیدیں کم ہوتیں، تو وہ آخرت کے اعمال کا اہتمام زیادہ کرتا۔

پانچ چیزوں کو غنیمت جانو

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔

(۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) صحت و تندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) مالداری کو مفلسی اور غریبی سے پہلے (۴) زندگی کو موت سے پہلے

(۵) فراغت و فرصت کو مشغولیت سے پہلے (احیاء العلوم)

اور اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میں (کھلا) ڈرانے والا ہوں۔موت غارت کرنے والی ہے۔اور قیامت وعدہ کی جگہ ہے۔ (سابق)

ان تمام روایات و حکایات کو بیان کرنے سے میرا مقصد سخت اور کٹھور دلوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی سے باز رکھنا ہے۔ نا کہ مولیٰ کریم کی رحمت سے مایوس کرنا۔ چونکہ آج دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر دل اتنے سخت ہوگئے ہیں کہ وہ کسی طرح سے اپنے خالق و مالک کی طرف مائل ہونے کے لئے تیار و آمادہ نہیں ہیں۔اور انسان جب زیادہ گناہ کرتا ہے، تو اس کے سابقہ (پہلے

کے) گناہ لاحِقہ (بعد والے) گناہوں کا سبب بن جاتے ہیں۔ اور جب وہ گناہوں کا عادی ہو جائے، گناہوں میں ڈوب جائے اور دنیا کی لذتوں میں مست ہو جائے، اس پر بھی وہ بزعم خویش بخشش کی امیدیں رکھے، پھر اسے بجائے عذابِ قبر، عقبیٰ و قیامت اور دوزخ کی وعیدوں کے، صرف رحمت و شفاعت اور بخشش ومغفرت والی حدیثیں سنائی جائیں، تو اس کا دل اور سخت ہو جائے گا۔ پھر بجائے طاعت و بندگی کے وہ گناہوں اور نفس کی خواہشات کی پیروی میں اور زیادہ ڈوب جائے گا۔ اور معصیت و گناہ کی گندگیوں سے نکلنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ پھر اس کا حال ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

احمق و بیوقوف وہ ہے، جو اپنے نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے جنت کی تمنا رکھے۔ (احیاء العلوم)

حالانکہ ایسے لوگوں کی قرآن پاک میں جگہ جگہ مذمت بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار

حقیقت یہ ہے کہ جو انسان گناہوں سے بچتا ہے اور طاعت و بندگی میں جدو جہد اور کوشش کرتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا حقیقی امیدوار ہے۔ اور اسی کا اللہ تعالیٰ سے جنت کی امید وتمنا کرنا روا و درست ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے، وہ اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ بھی کرتا ہے اور اس سے پہلے جو تقصیرات وکوتاہیاں ہوئیں، ان کا تدارک اور بھرپائی بھی کرتا ہے۔ توبہ سے پہلے کے گناہوں کو برا بھی سمجھتا ہے اور

نیکیوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور سابقہ گناہوں پر اپنے نفس کی ملامت و مذمت بھی کرتا رہتا ہے۔ اور طاعت و بندگی اور نیکیوں کی طرف اس کا شوق زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ جو اپنی توبہ میں سچے ہوتے ہیں، وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی سچی امید رکھتے ہیں اور وہ اپنی اس رَجا و امید میں سچے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن جو آدمی معصیات و گناہوں میں ڈوبا ہوتا ہے، وہ نہ اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے، نہ توبہ کا عزم و ارادہ کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سچے دل سے رجوع کرتا ہے۔ تو ایسے آدمی کا بخشش و مغفرت کی امید رکھنا حماقت ہے۔ ایسا آدمی اس شخص کی طرح ہے، جو سخت زمینِ شور (بنجر زمین) میں بیج ڈالے پھر نہ اس کی نگرانی کرے اور نہ اس کو پانی وغیرہ دے، خود ہی بتاؤ! فصل کٹنے پر اسے کیا حاصل ہوگا؟

سب سے بڑا دھوکہ

حضرت یحییٰ ابن معاذ فرماتے ہیں: میرے نزدیک وہ آدمی سب سے بڑی غلطی پر یا سب سے بڑے دھوکہ میں ہے، جو گناہوں میں ڈوبا ہونے کے باوجود بلا ندامت و شرمندگی کے اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھے۔ بلا طاعت و بندگی کے اللہ تعالیٰ سے قربت کی توقع رکھے یا اس کا مقرب ہونے کا دعویٰ کرے۔ دوزخ کی کھیتی کرنے کے بعد جنت کے باغوں کا منتظر رہے۔ معاصی اور گناہوں کے بدلہ نیکوکاروں کے درجات کا امیدوار رہے۔ بلا نیکی و عملِ خیر کے ثواب کی آرزو کرے۔ اور گناہوں پر گناہ اور زیادتیوں پر زیادتیاں کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے تمنائیں اور آرزوئیں باندھے۔

خیال رہے!

یاس و مایوسی اور چیز ہے اور خوف و ڈر اور چیز ہے۔ یاس و مایوسی انسان کو

عمل سے روکتی ہے اور وہی رجا و امید کی ضد ہے۔ قرآن کریم میں ایمان والوں کو اسی سے روکا گیا ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (پ: ۲۴۔ الزمر: ۵۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید (مایوس) نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے مایوسی و ناامیدی شریعت میں حرام وممنوع ہے۔ لیکن خوف، رجا کی ضد نہیں۔ بلکہ خوف، رجا و امید کا معاون اور رفیق ہے۔ خوف و ڈر کے ذریعہ بھی انسان طاعت و بندگی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جیسے رجا و امید کی وجہ سے انسان طاعت و بندگی کی طرف لپکتا ہے۔ یا زیادتی عمل کی طرف انسان رغبت ولالچ کی وجہ سے دوڑتا ہے۔

ایک حدیث سے اس کی وضاحت

حضرت زید سے مروی ہے: میں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا: حضور میں آپ کی بارگاہ میں اس لئے آیا ہوں کہ میں آپ سے اس بندہ کی علامت و پہچان کے بارے میں پوچھوں، جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، وہ کیا ہے؟ اور جس کو نہیں پسند کرتا اس کی پہچان کیا ہے؟ (یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کی پہچان کیا ہے؟ اور جس سے بھلائی کا ارداہ نہیں فرماتا اس کی پہچان کیا ہے؟) تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم صبح کس حال میں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میں صبح اس حال میں اٹھتا ہوں کہ میرے دل میں خیر اور اہلِ خیر سے محبت ہوتی ہے۔ (یعنی نیکی اور نیکوں سے محبت کرتا ہوں۔) اور جب کسی خیر و بھلائی پر قدرت پاتا ہوں، تو اس کی ادائیگی میں جلدی کرتا ہوں اور اس کے ثواب کا یقین رکھتا ہوں۔ اور جب کوئی خیر و بھلائی کا کام مجھ سے چھوٹ جاتا ہے، تو اس پر غمگین اور رنجیدہ ہوتا

ہوں اور کرنے کا شوق باقی رہتا ہے۔ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی اور بہتری چاہتا ہے، اس کی یہی پہچان ہے۔
اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کسی اور چیز کا ارادہ رکھتا (یعنی خیر و بھلائی کے علاوہ شر
یا برائی وغیرہ کا) تو تمہیں اسی کام پر آمادہ کر دیتا۔ اور اسے اس بات کی پرواہ نہیں
کہ تم کون سے جنگل یا وادی میں ہلاک ہو گئے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کی
طاعت وفرمانبرداری اور گناہ و معصیت سے بے نیاز ہے۔) (احیاء العلوم)

اس حدیث پاک میں اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیر اور نیکوں کی
علامت و پہچان بیان فرمادی۔ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے سچی رجا و امید رکھتے ہیں،
وہ نیکی اور نیکوکاروں سے محبت کرتے ہیں۔ جب نیکی کی قدرت یا مہلت پاتے
ہیں تو اس کی طرف لپکتے ہیں۔ اور جب ان سے کوئی خیر یا بھلائی کا کام چھوٹ
جاتا ہے تو رنجیدہ ہوتے ہیں، روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں اور خیر و بھلائی کے
چھوٹنے پر ندامت وشرمندگی اور اِنابت وتوبہ کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو شخص ان
تمام خوبیوں سے محروم یا دور کر دیا گیا ہو، یا نیکوں یا نیکیوں سے بھاگتا ہو بلکہ نیکوں
یا نیکیوں سے نفرت کرتا ہو، پھر بھی عشق و محبت کے دعوے کرے اور عاشقی کے
نعرے لگائے، یقیناً ایسا شخص بہت بڑے دھوکے اور خسارے میں ہے۔

خیال رہے!

ایک ہے رحمت و بخشش کی امید پر عبادت کرنا۔ ایک ہے خوف وڈر سے نیک
عمل کرنا۔ یعنی رغبت وشوقِ جنت میں اچھا کام کرنا اور دوسرا خوفِ دوزخ سے نیکی
کرنا۔ تو ان دونوں میں شوق و محبت سے خدمت و بندگی کرنا اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ اس
لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب وہی بندہ ہے، جو اس سے محبت کرتا ہے۔ اور محبت

اللہ تعالیٰ سے رجا و امید سے ہی بڑھتی ہے۔ جیسے ایک طالب علم اپنے شوق سے پڑھے اور دوسرا استاذ کے خوف سے۔ تو ظاہر بات ہے استاذ کو اس سے زیادہ محبت ہوگی، جو اپنے شوق سے پڑھے گا۔ یا دو بادشاہوں میں سے ایک کی خدمت لوگ ڈر کی وجہ کرتے ہوں۔ اور دوسرے کی خدمت اس کے سابقہ احسانات کی وجہ سے یا آئندہ احسانات کی امیدیں کرتے ہوئے۔ تو ان دونوں صورتوں میں ظاہر بات ہے، محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی۔ قرآن و حدیث میں بندوں کو دونوں طریقوں سے گناہوں سے بچا کر نیکیوں کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ قبر و قیامت کے عذاب و عقاب بیان کر کے بھی اور جنت کی حور و غلماں اور بہاروں کا لالچ دے کر بھی۔ اور دونوں ہی صورتوں میں بھلا بندوں ہی کا منظور ہے۔ کیونکہ مالک و مولیٰ تو بندوں کے گناہ و معصیت اور اطاعت و بندگی دونوں سے بے نیاز ہے۔

اب جو لوگ زیادہ بے خوف اور نڈر ہوں، ان کے لئے ترہیب اور خوف و ڈر والے وعظ و بیان زیادہ مفید اور مؤثر ہیں۔ ان کے لئے رحمت و شفاعت والے بیانات مضر و نقصان دہ ہیں۔ جیسا کہ آج کل ہماری جماعت کا جو حال ہے، اس میں یہی طریقہ اپنانے کی ضرورت ہے۔

اور جو لوگ عذابِ قبر اور عذابِ دوزخ کے خوف و دہشت سے اللہ پاک کی رحمتوں سے مایوسی کا شکار ہو رہے ہیں، ان کے لئے اس کی رحمتوں، عنایتوں، بخششوں اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت و شفاعت والے وعظ و بیان زیادہ مؤثر و مفید ثابت ہوں گے۔

لیکن انسان کے بڑھاپے خصوصاً موت کے وقت اس کو اللہ تعالیٰ سے رجا و رحمت کی امید اور حسن ظن ہی بہتر ہے۔ اور اس سلسلے میں شریعت میں بھی بہت

رغبت دلائی گئی ہے۔ بہت سی حدیثیں اور روایات اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے حُسن ظن کے متعلق وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے:

واثلہ ابن اسقع ایک مریض کے پاس گئے۔ تو آپ نے اس سے پوچھا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا گمان ہے؟ تو اس نے کہا: مجھے گناہوں نے ڈوبا دیا اور میں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن اپنے پروردگار کی رحمت سے امید رکھتا ہوں۔ تو واثلہ نے اللہ اکبر پڑھا اور ان کے ساتھ ان کے اہل خانہ نے بھی اللہ اکبر پڑھا۔ اور انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنا ہے، وہ فرماتے ہیں: اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندہ گمان کے پاس ہوتا ہوں۔ تو وہ جیسا چاہے مجھ سے گمان رکھے۔ (احیاء العلوم)

یحییٰ ابن اکثم کا واقعہ

یحییٰ ابن اکثم کو ان کے وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا: اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ انھوں نے کہا: مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا: اے بوڑھے! تو نے یہ یہ کام کئے؟ اس کو سنکر مجھ پر اس قدر خوف طاری ہوا، بس اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نے عرض کیا: مولیٰ! مجھے تو حدیث میں تیرا معاملہ اس طرح نہیں بتایا گیا بلکہ دوسرا معاملہ پہنچا ہے۔ اس نے فرمایا: کیا خبر پہنچی ہے؟ میں نے عرض کی: "مجھے عبد الرزاق سے حدیث پہنچی، ان کو معمر سے، معمر کو زہری سے، زہری کو انس سے، انس (رضی اللہ عنہم) کو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اور ان کو جبرائیل علیہ السلام سے، انھوں نے فرمایا: تیرا ارشاد گرامی ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ پس وہ جو چاہے مجھ سے گمان کرے۔" مجھ کو

تیری طرف سے یہ گمان نہ تھا کہ تو مجھ کو عذاب دے گا۔ مولیٰ کریم کا ارشاد ہوا: سچ کہا جبرئیل نے اور سچ فرمایا میرے نبی نے، راست کہا انس نے، سچ کہا زہری نے، ٹھیک بتایا معمر نے، سچ بیان کیا عبدالرزاق نے اور ٹھیک کہا تو نے۔ پھر مجھے خِلعتِ فاخرہ سے نوازا گیا اور جنت تک میرے آگے آگے غلمان جنت چلے۔ تو میں نے کہا: خوشی اس کو کہتے ہیں۔ (احیاء العلوم)

جو گمان کیا وہ مِلا

ایک حدیث میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص دوزخ میں داخل ہوگا اور اس میں ہزار ہا برس رہے گا۔ اور یا حَنَّان یا مَنَّان پکارتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوگا: جاؤ میرے بندہ کو یہاں لے آؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تعمیل حکم فرمائیں گے۔ اور اس کو پاس لا کر کھڑا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے فرمائے گا: اپنی جگہ کا حال بیان کرو، وہ کیسی ہے؟ وہ عرض کرے گا: بہت بری ہے۔ پھر حکم ہوگا: اس کو اسی جگہ لے جاؤ۔ وہ اسی طرف چل دے گا لیکن مڑ مڑ پیچھے دیکھتا جائے گا۔ اللہ پاک فرمائے گا: کیا تکتے ہو؟ وہ عرض کرے گا: مولیٰ! میں نے تو یہ توقع اور امید کی تھی کہ اس جگہ سے نکلنے کے بعد پھر اس میں نہیں ڈالا جاؤں گا۔ مولیٰ کریم کا حکم ہوگا: جاؤ اس کو جنت میں لے جاؤ۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے بھی یہی پتہ لگا کہ نجات کا سبب رجا و امید ہی ہے۔

حضرت ابان ابن ابو عیاش اکثر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے رجا و امید کی باتیں سنایا کرتے تھے۔ انتقال کے بعد انہیں لوگوں نے خواب میں دیکھا، وہ کہتے تھے: مولیٰ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا: تم اس طرح

کیوں کہا کرتے تھے؟ میں نے عرض کی: مولیٰ میں چاہتا تھا کہ تیری مخلوق کے نزدیک تجھ کومحبوب کروں۔ مولیٰ کا حکم ہوا ہم نے تمہیں بخش دیا۔(سابق)

اچھے گمان کا اچھا نتیجہ

ایک اَعرابی بیمار ہوا، لوگوں نے اس سے کہا: اب تم مرجاؤ گے۔تو اس نے پوچھا: مرنے کے بعد ہمیں کہاں لے جائیں گے۔لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے پاس۔تو اس نے کہا: اس کے پاس جانے کو میں برا نہیں جانتا ہوں۔ اس نے ہمارے ساتھ ہمیشہ بھلائی کی۔(یعنی تو اب بھی ہمارے اوپر رحم کرے گا۔)

ایک کلمے سے نجات پا گیا

جابر بن ودع کہتے ہیں: ایک نوجوان جب مرنے لگا، تو اس کی ماں نے کہا: بیٹا کچھ وصیت کرنا ہے تو کرلے۔تو اس نے کہا: (ہاں) میری انگوٹھی مت اتارنا۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمادے۔ دفن کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا۔تو اس نے کہا: میری ماں کو بتادو، اس کلمہ نے مجھے بہت نفع دیا کہ: اس کی برکت سے مولیٰ نے مجھے بخش دیا۔(احیاء العلوم)

انسان کے آخری وقت میں اچھی باتیں کرے

معتمر ابن سلیمان فرماتے ہیں: میرے والد جب انتقال کرنے لگے، تو مجھ سے فرمایا: میرے سامنے اچھی، آسان اور معاملہ کو ہلکا کرنے والی باتیں کرو۔ تاکہ میں اپنے رب کریم سے حسن ظن اور اچھے گمان کے ساتھ ملاقات کروں۔(احیاء العلوم)

اسی لئے بزرگان دین فرماتے ہیں: انتقال کے وقت آدمی کے سامنے اس کے اعمال حسنہ ہی کو ذکر کیا جائے۔تاکہ وہ اپنے مولیٰ سے حسن ظن اور اچھا گمان کرے۔

علما نے یہ بھی فرمایا: انسان کے اوپر جوانی میں خوف غالب رہے لیکن بڑھاپے میں موت کے وقت مولیٰ تعالیٰ کی رحمت سے لولگائے اوراس سے اچھی امیدیں رکھے۔

سرکار صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تبسم فرمایا

ایک شخص اللہ پاک کے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں ایک مہینہ سے زیادہ روزے نہیں رکھ سکتا ہوں۔ پانچ وقت کی نماز سے زیادہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں۔اورمیرے پاس اتنا مال ہے نہیں کہ حج و عمرہ اورزکوٰۃ وصدقہ وخیرات کرسکوں۔تو اگرمیں ایسے حالات میں مروں گا،تو کہاں رہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں۔اس نے کہا: سرکار! آپ کے ساتھ؟ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: ہاں میرے ساتھ۔بشرطیکہ اپنے دل کوحسد وکینہ سے، اپنی زبان کوجھوٹ اورغیبت سے اوراپنی آنکھوں کواللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں اورکسی مومن کوحقارت کی نظر سے دیکھنے سے محفوظ کرلو۔تو میرے ساتھ جنت میں جاؤگے۔(احیاء العلوم)

اس حدیث سے پتہ لگا کہ انسان اگرچہ زیادہ عبادت گزار نہ ہو۔لیکن اگروہ فرائض وواجبات کی ادائیگی کے بعد اپنے دل، اپنی زبان اوراپنی آنکھوں کی حفاظت کرلے اوراللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے،تو یقیناً وہ جنت میں جائے گا۔ اللہ پاک ہم سب کودل،زبان اورنظر کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

کس بات سے خوش ہو؟

ایک حدیث میں آیا ہے، اللہ پاک کے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں ایک

اعرابی آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ۔ عرض کیا: وہ حساب خود لے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر وہ اعرابی ہنس دیئے یا خوش ہوئے۔ تو اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کس بات پر ہنسے؟ عرض کی: حضور! اس بات سے خوش ہوں اور ہنسی آرہی ہے کہ کریم جب قدرت اور قابو پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے۔ اور جب حساب لیتا ہے تو چشم پوشی اور آسانی کرتے ہوئے لیتا ہے۔ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اعرابی سچ کہ رہا ہے۔ تم لوگ جان لو! اللہ پاک سے بڑھ کر کوئی کرم کرنے والا نہیں۔ وہی اکرم الاکرمین ہے۔ (احیاء العلوم)

خدا کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ہر چیز پر کوئی نہ کوئی چیز غالب ہے۔ اور اس نے اپنے غضب پر اپنی رحمت کو غالب کیا۔

اور ایک مشہور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی رحمت لکھ دیا ہے۔ اور فرمایا: اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔)

حدیث میں ہے: جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ ایک اور حدیث میں ہے: جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا، اسے دوزخ نہ چھوئے گی۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے: جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا، وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

ایک ضروری ہدایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ، آپ کے وعظ و بیان اور پند و نصائح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو کبھی موت کی سختیوں، عذابِ قبر اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا کرتے تھے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، اس کی عنایتوں، جنت کی راحتوں اور اپنی رحمت و شفاعت کے مژدے سنایا کرتے تھے۔

جب آپ نے دیکھا کہ لوگ کفر و شرک اور گناہوں کی گندگیوں سے سخت دل ہیں، تو پہلے آپ نے ان کو مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب و عقاب سے ڈرایا۔ لیکن جب آپ نے دیکھا کہ ایمان و یقین اور اعمال حسنہ کی برکت سے ان کے دل اعتدال و نرمی پر آ گئے ہیں اور کہیں شدت خوف سے اعتدال سے نکل کر نا امیدی اور مایوسی کا شکار نہ ہو جائیں، تو آپ نے رجا و امیدِ رحمت و شفاعت کی دوا سے ان کا علاج کیا۔ تاکہ وہ ایمان کی اعتدالی حالت پر قائم رہیں۔

اس لئے آپ کے وہ اقوالِ مبارکہ اور ارشاداتِ صادِقہ، جن میں عذاب و عقاب کا ذکر ہے اور وہ پیاری پیاری رحمت بھری مبارک باتیں، جن میں ثواب، رحمت اور شفاعت کا ذکر ہے، ایک دوسرے کی مخالف نہیں۔ بلکہ آپ کے سامنے جیسے بیمار آئے، ان کے سامنے ویسی ہی شفا دینے والی باتیں بیان فرمائیں۔ گناہوں پر جَری اور سخت دل لوگ آئے، تو ان کو خوف اور شدت عذاب کی دوا پلائی گئی۔ اور اگر نورِ ایمان سے منور اور عذاب کے خوف سے یاس و مایوسی کے شکار بیمار آئے، تو انہیں رجا و امید اور رحمت کی میٹھی دوا پلائی۔

اس لئے آپ کے نائبین (یعنی علما و مرشدین، واعظین و مقررین) کو چاہیئے، وہ اس سلسلہ میں اللہ پاک کے حبیب، مرشدِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکمل پیروی

کریں۔ اور جہاں جیسی ضرورت ہو اسی کے مطابق وعظ و بیان اور رشد و ہدایت کا طریقہ اپنائیں۔ اگر رحمت و شفاعت والی حدیثوں کی ضرورت ہو، تو لطف و نرمی اور ترغیب پر مشتمل بیان کریں۔ اور اگر شدت موت، عذاب قبر، اور میدانِ محشر کی سختیوں وغیرہ کا خوف و ڈر سنانے کی ضرورت ہو، تو شدت و سختی اور ترہیب پر مشتمل وعظ کریں۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے، جب واعظ و خطیب اتنا شعور اور اتنی لیاقت رکھتے ہوں کہ سامعین کی باطنی بیماریوں کی تشخیص کرلیں۔ کیونکہ جب بیماری کی صحیح تشخیص کے بعد دوا تجویز کی جاتی ہے، تبھی فائدہ کرتی ہے۔ ورنہ وہ دوا فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔

اور آج ہماری جماعت کے واعظین و خطبا کا جو حال ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ان کی اکثریت خود ہی بیمار ہے، تو وہ دوسرے کا کیا علاج کریں۔ اسی لئے آج ''اصلاح معاشرہ'' وغیرہ ناموں سے ہونے والی ہزاروں کانفرنسوں سے بجائے فائدہ کے نقصانات زیادہ ہو رہے ہیں۔ اور یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ یہ ہر عام و خاص کی آواز ہے۔ خواہ وہ خانقاہوں کے پیر ہوں یا مدارس کے مدرس، منبر کے مقرر و خطیب ہوں یا عرس و کانفرنس کرانے والی کمیٹیاں اور ان کے سامعین۔ اب تو حال یہ ہو گیا ہے: ؏

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور ابھی تک ان کی اصلاح کے لئے یا ان کو مفید بنانے کے لئے کوئی قدم اٹھانے یا زبان کھولنے کو تیار نہیں۔ مولیٰ کریم ہم سب کو ہدایت دے۔

حدیث شفقت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قسم اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ مومن بندہ پر اس کی مہربان ماں

سے زیادہ رحم فرماتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: مولیٰ کریم کل قیامت کے دن اتنی کثرت سے لوگوں کی بخشش و مغفرت کرے گا، جو کبھی کسی کے دل پر یا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ گزری ہوگی۔ یہاں تک کہ ابلیس بھی یہ امید کر بیٹھے گا کہ مجھ کو بھی اس مغفرت سے کچھ حصہ پہنچے گا۔ (احیاء العلوم)

مولیٰ کریم کی سو رحمتیں

ایک حدیث میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ جن میں سے ننانوے (۹۹) اپنے خزانۂ رحمت میں چھوڑ رکھی ہیں۔ اور ایک رحمت کے سبب تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحم کر رہی ہے۔ انسان اپنے بچہ پر اور جانور اپنے بچوں پر شفقت و مہربانی کرتے نظر آرہے ہیں۔ لیکن جب قیامت کا دن ہوگا، تو اللہ تعالیٰ دنیا والی اس ایک رحمت کو بھی ان ننانوے میں ملا کر اپنی مخلوق پر رحمت بانٹے گا۔ اور ہر ایک کو اس میں سے حصہ پہنچے گا۔ علاوہ ان کے جو ہلاک ہونے والے ہیں۔ (تلخیص از احیاء العلوم)

جس کا دنیا میں چھپا لیا اس کا آخرت میں بھی چھپا لے گا

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: جس بندہ نے دنیا میں کوئی گناہ کیا، اور مولیٰ کریم نے اپنے کرم سے دنیا والوں سے چھپا لیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان کریمی یہ ہے کہ آخرت میں بھی اس کے اس گناہ کو چھپا لے گا۔ اور اگر کسی بندہ سے دنیا میں کوئی گناہ ہو گیا اور اس کو دنیا ہی میں سزا مل گئی۔ تو مولیٰ کریم کی شان عدل یہ ہے کہ دوبارہ اس کو آخرت میں سزا نہیں دے گا۔ (احیاء العلوم)

خدا ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: میں تو یہی چاہوں گا کہ میرا حساب و کتاب (قیامت میں) میرا مولیٰ کریم ہی لے۔ اس لئے کہ میں یقین سے جانتا ہوں، میرا کریم مولیٰ مجھ پر میرے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے۔

میرے بندہ کا رونا کب تک چھپاؤ گے؟

حضرت محمد بن مصعب نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو خط لکھا: (جس کا مضمون یہ تھا) بندہ جب معصیت و گناہ سے اپنی جان پر ظلم و زیادتی کر لیتا ہے، پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے یا رب کہتا ہے، تو فرشتے اس کی آواز روک لیتے ہیں۔ پھر وہ دوبارہ یا رب کہتا ہے پھر تیسری مرتبہ کہتا ہے۔ جب وہ چوتھی مرتبہ یا رب کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فرشتو تم مجھ سے میرے بندہ کی آواز کب تک چھپاؤ گے؟ میرے بندہ نے جان لیا ہے کہ میرے علاوہ کوئی اور دوسرا مالک اور پروردگار نہیں، جو اس کے گناہ بخش دے۔ تم سب گواہ بن جاؤ میں نے اسے بخش دیا۔

بعض بزرگوں کا قول ہے: جب کوئی مومن بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، تو مولیٰ کریم اپنے کرم سے اس کی اس کوتاہی کو فرشتوں کی آنکھ سے چھپا لیتا ہے۔ تاکہ وہ اس کو دیکھ کر قیامت میں گواہی نہ دے سکیں۔ (احیاء العلوم)

ضروری ہدایت: دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دعا کرنے والا دعا کے وقت جس کی بارگاہ میں دعا کر رہا ہے، اس مولیٰ کے تصور و جلال میں ڈوب جائے اور یہ تصور قائم رکھے، میرا کریم مولیٰ میرے گناہوں کے باوجود مجھ پر عظیم

رحمتیں فرمارہاہےاور یہ یادکر کے شرمندہ ہو۔کہ یہ شرمندگی باعث دل شکستگی ہوگی۔
اورحدیث قدسی ہے: مولیٰ کریم شکستہ دلوں سے بہت قریب ہے۔

آدابِ دعا سے یہ بھی ہے کہ دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اوراپنی عاجزی واحتیاج پرنظر کرے، کہ یہ چیز بھی الحاح وزاری میں اضافہ کرے گی۔
اوردعاکےآداب میں یہ بھی ہے کہ مانگنے والا دعا کے شروع میں اپنے مولیٰ کواس کے محبوب ناموں سے پکارے۔چناں چہ حدیث میں ہے:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مولیٰ کریم نے اپنے نام پاک ''ارحم الراحمین'' پرایک فرشتہ مقررکردیاہے۔تو جوشخص دعا سے پہلے اس نام پاک کوتین مرتبہ کہتاہے،فرشتہ نداکرتاہے: مانگ! کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے۔

اور پانچ باریا ربنا کہنا بھی قبولیتِ دعا میں بہت مؤثر ہے۔سورۂ آلِ عمران آیت نمبر(۱۹۵) میں اسی نکتہ کا ذکر ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جوشخص اپنی عاجزی ولاچاری کے وقت پانچ مرتبہ یا ربنا کہے،مولیٰ کریم اسے اس چیز سے کہ جس کا وہ خوف رکھتاہے،امان بخشتاہےاور جو چیز چاہتا یا مانگتاہے،عطا فرماتاہے۔پھرآپ نے اپنے اس قول کی تائید میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر(۱۹۱) سے(۱۹۴) تک تلاوت فرمائی۔

پھرجیسا کہ اوپر مذکورواقعہ میں بندہ نے اپنے مولیٰ کواس کے مبارک نام''یا ربی'' سے یادکیا،تو مولیٰ نے اس پررحم کرتے ہوئے فرمایا: میرے بندہ کی آواز کب تک چھپاؤ گے؟ دعا کے فضائل وآداب کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''فضائلِ اسلام'' کامطالعہ کریں۔

دو شخصوں کی دوستی کا واقعہ

بنی اسرائیل کے دو لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آپس میں بھائی چارگی یا دوستی کر لی۔ ان میں سے ایک گناہ کے ذریعہ اپنی جان پر ظلم وزیادتی کرتا تھا، جب کہ دوسرا عابد و زاہد تھا۔ عابد ہمیشہ اس کو زجر و توبیخ اور پند و نصیحت کرتا رہتا تھا۔ اور وہ اس کے جواب میں کہتا: تم میرا معاملہ میرے پروردگار کے حوالہ چھوڑ دو۔ تم میرے اوپر محافظ و نگراں نہیں ہو۔ ایک دن اس عابد نے کسی شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر کہہ دیا: خدا تجھے نہیں بخشے گا۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس عاصی سے فرمائے گا: کیا کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ: میری رحمت میرے بندوں سے روک دے۔ جا میں نے تجھے بخش دیا۔ اور عابد سے فرمائے گا: جا میں نے تجھ پر دوزخ لازم کر دی۔ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث پاک کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: اس عابد نے ایسی بات کہی، جس سے اس نے اپنی دنیا و آخرت دونوں برباد کر لیں۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے کوئی یہ نتیجہ نہ نکالے کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں یا گناہوں کو پسند کرتا ہے۔ یا کوئی کسی کو پند و نصیحت نہ کرے۔ یا جس کو پند و نصیحت کی جائے، وہ واعظ و ناصح کو اس طرح کا برا یا بھونڈا جواب دے کر اپنے گناہوں میں اڑا رہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے، تو ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتا ہے۔ البتہ اس روایت سے ان لوگوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہئے، جو اپنے علم، زہد و تقویٰ اور عبادت پر گھمنڈ کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کو اپنے لئے خاص جانتے ہیں۔ اور مولیٰ کریم کے بارے میں ایسی بات کہہ دیتے ہیں، جو اس کریم و مہربان مالک کی ناراضگی کا باعث ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس عابد نے دوٹوک کہہ

دیا: اللہ تعالیٰ تجھے نہیں بخشے گا۔ بندہ کو مولیٰ کریم کی بارگاہ میں گدا بن کے اور کاسۂ گدائی لے کر حاضر ہونا چاہیے۔ اپنی عبادت و ریاضت کے سرمائے کے زعم و گھمنڈ میں تاجر و سوداگر بن کر نہیں آنا چاہیے۔ کیوں کہ اس بارگاہ میں دل کی کیفیات، تزلزل و تذلل اور عاجزی کی قدر ہے۔ ورنہ اس بارگاہ میں تو صرف ایک گھنڈ کی وجہ سے اسی ہزار برس کی عبادتیں عابدوں کے منھ پر ماردی گئیں۔

عبرتناک حکایت وروایت

جو لوگ اپنی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، علم و عمل یا کسی خاندانی یا ذاتی فضیلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دوسرے بندوں کو حقیر و ذلیل اور کمتر سمجھتے ہیں، وہ اس روایت سے نصیحت حاصل کریں۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص چالیس سال سے رہزنی کرتا چلا آرہا تھا۔ ایک مرتبہ سیدنا عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام کا اس کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ کے پیچھے آپ کے حواریوں اور عابدوں میں سے ایک عابد بھی تھا۔ چور نے دل میں سوچا: یہ اللہ تعالیٰ کے نبی یہاں سے گزر رہے ہیں اور ان کے ساتھ ایک حواری بھی ہے۔ اگر میں اتر کر ان کے ساتھ ہولوں تو بہتر ہے۔ تو وہ یہ ارادہ کر کے اترا کہ عابد کے قریب ہو جاؤں۔ مگر وہ اپنے دل میں اس عابد کو بڑا اور خود کو حقیر سمجھ کر یہ سوچتا تھا، مجھ جیسے حقیر آدمی کو اس عابد کے برابر نہیں چلنا چاہیے۔ اُدھر اس عابد نے بھی یہ محسوس کر لیا کہ: یہ چور ہمارے ساتھ آتا ہے۔ تو اس نے اپنے دل میں سوچا: یہ شخص میری برابری کرتا ہے۔ اس خیال سے وہ کنارہ کر کے اس سے آگے بڑھ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر چلنے لگا۔ اور چور پیچھے رہ گیا۔ راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی

بھیجی اور فرمایا: ان دونوں (یعنی عابد اور چور سے) سے کہہ دو: ہم نے تمہارے پہلے کے سب عمل باطل کردیئے۔ اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔ (اس طرح عابد کی نیکیاں جاتی رہیں، کیوں کہ اس نے اپنے آپ پر گھمنڈ کیا تھا۔ اور چور کی برائیاں مٹادیں گئیں، کیوں کہ اس نے اپنے گناہوں کی وجہ سے خود کو حقیر جانا۔) سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے ان دونوں کو خدا کا حکم پہنچادیا اور اس چور کو اپنے حواریوں میں شامل کرلیا۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے بہت سے فوائد ومعارف حاصل کرسکتے ہیں، اگر نظرِ بینا ہو تو۔ خاص طور سے علما ومشائخ، پیرزادگان، سجادگان، ائمہ اور خطبا وغیرہم۔ ان میں سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ جہاں انسان کسی دوسرے کو حقیر نہ جانے، وہیں بڑوں کے برابر یا ان کے آگے چلنے یا ان کی مسند ونشست گاہ وغیرہ پر بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ: انسان سے اگر شامتِ نفس کی بنیاد پر گناہ ہوجاتے ہیں، اور وہ اپنے آپ کو حقیر وہلکا سمجھتا ہے، تو ایک دن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسے ہدایت دے ہی دیتا ہے۔

تنبیہ: یہ رجا وامید اور مولیٰ کریم کی عام بخشش ورحمت کی بشارت سنانے والی احادیث وروایات انہی دلوں کو فائدہ دیں گی، جو ہر وقت خائف وترساں رہتے ہیں۔ یا خوف وڈر کی وجہ سے ناامیدیوں کے شکار ہونے والے ہیں۔ مگر جو گناہ ومعصیت کی بنا پر سخت جری اور نڈر ہوچکے ہیں، انہیں اس طرح کی روایتیں ہرگز فائدہ نہیں دیں گی۔ ناہی گناہوں پر بہت زیادہ جری ونڈر اور سخت دل لوگوں کو اس طرح کی روایتیں سنانا چاہیے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کے لئے تو وہ حدیثیں اور روایتیں بہتر ہیں، جن کا بیان ''موت تاک میں ہے''

اور ''موت کی سختیوں'' وغیرہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے امام غزالی کی کتابوں میں باب الخوف کی روایات اور بیانات زیادہ مفید ہیں۔

رحمت توبہ کی منتظر

مولیٰ کریم اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (۵۳) وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (۵۴) وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۵۵) (پ: ۲۴۔ الزمر: ۵۵۔ ۵۳)

ترجمہ: اے محبوب تم فرماؤ، اے میرے وہ بندو! جو (معصیت و گناہ کر کے) اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کر چکے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دے گا، بیشک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ (یعنی گناہ و معصیت چھوڑ کر اس کی طرف آجاؤ) اور اس سے پہلے کہ دنیا و آخرت میں تمہارے اوپر کوئی عذاب آئے پھر تمہارا کوئی مددگار نہ ہو، اس کے مطیع و فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور سچی پیروی اس مقدس قرآن کی کرو، جو تمہارے رب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس اچانک عذاب آپہنچے اور تمہیں خبر نہ ہو۔

شان نزول: وسیط نامی کتاب میں مذکور ہے، مفسرین کرام فرماتے ہیں: یہ آیات مبارکہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو اسلام لانا چاہتے تھے

لیکن اس ڈر سے رکے ہوئے تھے کہ ان کے سابقہ بڑے بڑے گناہ، مثلاً: کفرو شرک، قتل وزنا اور نبی پاک صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عداوت و دشمنی نہ بخشے جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر ان کے اس خدشہ کو ختم کر دیا۔ یعنی وہ لوگ بھی سچی توبہ کر کے گناہ سے باز آجائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ پاک کے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ رحمت بھی ان آیات کے نازل ہونے سے بہت خوش ہوئی اور آپ کے صحابہ بھی بہت خوش ہوئے۔ اور ان آیات کو معصیت و گناہ کی بخشش میں وسیع تر سمجھا۔ (روح البیان)

ساری دنیا سے محبوب تر

اللہ پاک کے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: دنیا و مافیہا کے سارے مال و دولت کے مقابلہ میں یہ آیات مجھے محبوب تر ہیں۔ (یعنی دنیا کے سارے مال و دولت مجھے اس آیات کے بدلہ دیئے جائیں تو میں اس کو پسند نہیں کروں گا۔)

حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرما کر اپنے ان بندوں پر بڑا احسان کیا، جو جرم و گناہ کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کر چکے۔ ان آیات میں اس نے گنہگار بندوں سے ان کے تمام گناہوں کے بخشنے کا وعدہ فرمایا، ساتھ میں اپنی وسیع رحمت سے مایوس ہونے سے منع بھی فرمایا۔

نورِ ایمان

حقیقت یہ ہے، اگر انسان کے دل میں ذرا بھی ایمان کی کرن موجود ہوتی ہے، تو وہ اپنے مولیٰ کریم کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا، اور توبہ کی قبولیت سے پر امید رہتا ہے، چاہے وہ کیسے ہی بڑے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو۔ اور مولیٰ کریم کی رحمت نے بھی اپنے بندوں کو یہی حکم دیا ہے کہ: توبہ کی قبولیت سے مایوس نہ

ہوں۔ سچی توبہ سے اپنے آپ کو پاک کیجئے اور نبی کے واسطے سے اس کی رحمت کی امید لگائیے۔ مایوسی بے دینوں اور بیگانوں کا شیوہ ہے۔ مومن کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ بہت زیادہ توبہ کرتا ہے اور کسی بھی حال میں اپنے مولیٰ کریم سے مایوس نہیں ہوتا۔ گناہوں کی زیادتی سے گھبرا کر مایوس ہونا اور توبہ کی قبولیت سے ناامید ہونا، ایمان وعقیدہ کی تباہی و بربادی ہے اور دین سے گمراہی۔

سچے بندوں کی پہچان

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں خدا کے بندوں کی پہچان یہ نہیں بتائی گئی کہ: ان سے گناہ نہیں ہوتے یا وہ گناہ نہیں کرتے۔ بلکہ یہ فرمایا گیا ہے: ان سے گناہ تو ہو جاتے ہیں، لیکن وہ اپنے گناہوں پر اڑے نہیں رہتے، بلکہ گناہ کے بعد جب انہیں خدا یاد آتا ہے، تو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے صاف صاف اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو پاک کرنے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ (پارہ: ۴۔آل عمران: ۱۳۵)

ترجمہ: اور وہ کہ جب کسی بے حیائی (یا گناہ) سے اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں، تو وہ خدا یاد آتے ہی، اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا گناہ بخشنے والا کون ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے کئے پر اڑ نہ جائیں۔

ترمذی کی حدیث بھی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: سب انسان خطا

کار ہیں، لیکن بہترین خطا کار وہ ہیں، جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔

خدا کی رحمت سے مایوس مت کر

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک خطیب لوگوں کو دوزخ کے عذاب اور وہاں کی طرح طرح کی سختیوں، سانپ اور بچھو وغیرہ سے لوگوں کو ڈرا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اے واعظ! تم لوگوں کو خداوند قدوس کی رحمتوں سے کیوں مایوس کرر ہے ہو۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ آیت نہیں پڑھی؟ (قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ. الآیۃ) آپ نے پوری آیت پڑھی اور اس کا مطلب بیان فرمایا۔ (روح البیان)

خدا کی مہلت

قنوط و مایوسی بہت بڑا گناہ بھی ہے اور بہت بڑی مصیبت بھی۔ مولیٰ کریم نے تو اپنی وسیع رحمت اور فضل و احسان سے اپنے بندوں کو گناہوں سے توبہ کے لئے غرغرہ یعنی سانس اکھڑنے اور سکرات موت طاری ہونے سے پہلے تک مہلت عطا فرمائی ہے۔ بندہ اگر اس وقت کے اندر اپنے مولیٰ کریم کی طرف رجوع کر کے توبہ کر لے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے سب گناہ بخش دے گا۔ انسان کے دل میں سانس اکھڑنے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی ندامت و شرمندگی پیدا ہو جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کی توفیق سے اپنے لئے توبہ کا دروازہ کھلا سمجھے۔ حدیث شریف میں ہے:

اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مولیٰ کریم اپنے بندہ کی سانس اکھڑنے سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔ (ترمذی شریف)

البتہ سانس اکھڑنے کے بعد جب انسان دوسرے عالم کی طرف دیکھنے لگتا

ہے،تواس وقت توبہ کی گنجائش ختم ہوجاتی ہے۔ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَامِنَ النَّارِ بِحُرْمَةِ نَبِیِّكَ الْكَرِیْمِ ﷺ

نبی کی رحمت

انسان کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو،مگر اسے یقین رکھنا چاہئے کہ میرے گناہ چاہے جتنے ہوں، اللہ تعالیٰ کی رحمت بہر حال ان سے کئی گنا زیادہ وسیع وکشادہ ہے۔اس کا یہ یقین ایک دن ضرور اسے اپنے مولیٰ کے آستانہ پر کھینچ کر لیجاتا ہے۔ پھر جب وہ تائب بندہ اپنے سمندر کی جھاگ یا آسمان کے تاروں سے زیادہ گناہوں پر روتا ہے، گڑ اگڑ اتا ہے اور شرمسار ہوتا ہے،تو کریم ومہربان مولیٰ اس کی آہ وبکا کو سنتا ہے اور اس کو اپنے دامن رحمت میں پناہ دے کر چھپالیتا ہے۔

وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا (اس کو کس کا ڈر؟)

اللہ پاک کے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: بیشک اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دے گا، اسے کسی کی پرواہ نہیں، کیونکہ وہ غفور اور رحیم ہے۔اور نبی رحمت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: اے میرے رب! جب تو گناہ بخشے تو سب گناہ بخش دے۔اور تیرا کون سا ایسا بندہ ہے،جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

گناہ کے بعد بھی رحمت

انسان جب گناہ کرنے کے بعد سچے دل سے ندامت وشرمندگی کے ساتھ اپنے مولیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے،تو اس کی توبہ و رجوع اسے مولیٰ کریم کی رحمت کا مستحق بنادیتا ہے۔اور اس کی رحمت کا ابرنیساں اس کے سارے گناہوں کے داغ دھودیتا ہے۔مولیٰ کریم خود ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (پارہ: ۱۲۔ھود: ۱۱۴)

ترجمہ: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

لیکن جب کوئی انسان نیکی کے بعد عجب وتکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اس کی ساری نیکیاں اور اس کا سارا کرا دھرا تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو مایوسی سے بچالیا

اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی سے بچانے کی کوشش کی اور طرح طرح کی مثالیں دے کر امت کو توبہ ورجوع پر اُبھارا۔ حدیث کی بہت سی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے، خصوصاً ترمذی اور ریاض الصالحین میں اس حدیث کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جس میں آپ نے اپنی امت کو توبہ پر ابھارتے ہوئے تقریب فہم کے لئے ایک انتہائی بلیغ مثال بیان فرمائی، آپ فرماتے ہیں:

تم سے کسی آدمی کا اونٹ ایک ایسے جنگل یا صحرا میں گم ہو گیا ہو، جہاں دانہ پانی نام کی کوئی چیز نہ ہو۔ اور اس شخص کا کھانے پینے کا سامان بھی اسی اونٹ پر لدا ہوا ہو۔ اب وہ شخص اس جنگل میں چاروں طرف اپنے اونٹ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکا ہو۔ پھر زندگی سے مایوس ہو کر کسی درخت کے نیچے موت کے انتظار میں لیٹ گیا ہو۔ ابھی وہ موت کے انتظار میں ہی تھا کہ اسی حالت میں وہ شخص اپنے اونٹ کو سارے کھانے پینے کے سامان کے ساتھ اپنے پاس کھڑا ہوا دیکھے، تو بتاؤ اس مایوس شخص کو کتنی خوشی ہو گی؟ بلا تشبیہ تمہارا پروردگار و مالک و مولیٰ اس سے کہیں زیادہ اس عاصی و گنہگار بندہ سے خوش ہوتا ہے، جو روتا گڑگڑاتا ندامت و شرمندگی کے ساتھ اس کی طرف پلٹتا ہے۔ اور گناہ و معصیت کے بعد فرمانبرداری اختیار کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جس چیز سے سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، وہ ہے بندہ کی توبہ۔ گناہ کے ذریعہ سے بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ختم ہو جاتا ہے اور توبہ کا مطلب رجوع ہونا یا پلٹنا۔ جب بندہ گناہوں میں مبتلا ہو کر خداوند قدوس کی رحمت سے بچھڑ جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے، تو گویا وہ خدا سے گم ہو گیا یا بھٹک گیا۔ پھر جب وہ شرمندہ ہو کر مولیٰ کریم کی طرف پلٹ کر آتا ہے، تو گویا اس بندہ کا تعلق پھر خدا سے جڑ گیا۔ یا وہ بھٹکا ہوا بندہ خدا کو پھر مل گیا۔

اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ تحریم کی آیت (۸) میں بیان فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا۔ (پارہ:۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف سچی توبہ یا جوڑنے والی توبہ کے ساتھ۔

گناہ بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ختم کر دیتا ہے، لیکن (توبۃ النصوح) سچی توبہ پھر تعلق پیدا کر دیتی ہے۔

ہماری طرف پلٹ آ

علما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مولیٰ کریم کا دربار مایوسی اور ناامیدی کا دربار نہیں ہے۔ اگر انسان نے ہزاروں گناہ کئے ہوں اور سو بار توبہ کر کے توڑ دی ہو، تب بھی اسے اپنے مولیٰ کریم کے آستانہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ جب بندہ سچی توبہ کر کے سچوں کی صحبت اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے بڑے بڑے گناہ معاف فرما کر اپنے دامن رحمت میں ڈھک کر سچے بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔ بس مومن کو چاہئے کہ اسے زندگی کے جس حصہ میں ہوش آجائے، اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر خدا کی بارگاہ

میں گڑگڑائے۔اور جس معاشرہ اور ماحول نے اسے گناہوں کی گندگی سے گندہ کیا تھا، اس کو چھوڑ کر صادقین (سچوں) محسنین (نیکوں) کی صحبت اختیار کرے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے۔خدا اسے کبھی نہیں دھتکارے گا۔

نکتۂ رحمت: پیچھے بتایا گیا کہ انسان معصیت و گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے یا مولیٰ کریم سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔اور یقیناً جس طرح نیکی اللہ تعالیٰ سے قربت و تعلق مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اسی طرح گناہ و معصیت اللہ تعالیٰ سے بُعد اور دوری کا خطرناک راستہ ہے۔ بندہ نے گناہ کر کے خدا سے تعلق خود توڑا اور وہ اپنے فعل سے مولیٰ کریم کے آستانۂ رحمت سے خود دور ہوا۔لیکن رحیم و کریم، مہربان مولیٰ کا احسان عظیم تو دیکھو، اس نے اپنی شان رحمت اس آیت (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ) میں کس انداز سے بیان فرمائی ہے۔عباد (عبد کی جمع بندے) کو یائے متکلم (جس سے خود اسی کی ذات مراد ہے) کی طرف مضاف کر کے بتا دیا کہ: تم اپنے فعل سے اس سے خود دور ہوئے، لیکن اس نے ابھی تمہیں خود سے دور نہیں کیا۔ وہ ابھی یا عبادی فرمارہا ہے۔ اگر وہ گنہگاروں کو اپنی درگاہ سے بالکل دھتکار دیتا اور جس طرح گنہگار گناہ کر کے خود اس سے دور ہوئے، وہ بھی انہیں دور کر دیتا، تو یا عبادی کہہ کر نہیں بلاتا۔ وہ گناہوں کے باوجود گنہگاروں کی ڈھارس بندھا رہا ہے۔ اس کی رحمت چاہتی ہے اور ابھی بھی تمہاری واپسی کی منتظر ہے۔ کہ چلو تم شامتِ نفس یا شیطان کے پھندہ میں پھنس کر یا جہالت و نادانی سے گناہ کر بیٹھے، لیکن میرا دروازۂ رحمت ابھی بند نہیں ہوا ہے۔ اس لئے آؤ! ابھی وقت ہے میری طرف پلٹ آؤ۔ کیونکہ گناہ کے بعد بھی تم میرے ہی بندے ہو۔ اسی لئے اس نے فرمایا:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: اے محبوب! میری شانِ رحمت میرے اُن بندوں پر ظاہر فرمادو، جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

نکتۂ ستّاریت: اگر آپ اس آیت مبارکہ کے ایک کلمہ (اَسۡرَفُوۡا) میں غور کریں گے، تو اللہ پاک کی شان غفاری کے ساتھ ساتھ شان ستاری کا جلوہ بھی نظر آئے گا۔ اس نے بندوں کے گناہ کرنے کے بعد بھی انہیں ''اے میرے گنہگار بندو!'' کہہ کر نہیں پکارا۔ یا یہ نہیں فرمایا: ''اے نبی! میرے گنہگار یا ظالم بندوں سے فرمادو''۔ یا انفرادی طور پر گنہگار بندوں کا مخصوص گناہ ذکر کر کے، مثلاً حرام کار، شرابی، زانی، نماز کے ترک کرنے والے، زکوٰۃ نہ دینے والے، جھوٹ بولنے والے بندوں سے فرمادو بلکہ (الذین) اِسمِ موصول اور اس کے بعد (اَسۡرَفُوۡا) فرمایا، جو صرف اِسراف وزیادتی کو بتلاتا ہے۔ مولیٰ کریم نے کس حسنِ بیان اور کس قدر عظیم ستاری کا مظاہرہ فرماتے ہوئے، اپنے گنہگار بندوں کو اپنے دربار اور اپنے آستانہ پر واپس آنے کی دعوت دی۔ اگر انفرادی طور پر ان کے گناہ ذکر کر کے بلایا جاتا، تو شاید وہ شرمندہ ہو جاتے یا ڈر جاتے اور خوف وڈر یا شرم وعار کی وجہ سے واپس جانے کی ہمت نہ کر پاتے۔ لیکن اس نے اپنے فضل واحسان سے توبہ اور انابت کی دعوت دینے میں اپنی وسیع رحمت کا مظاہرہ فرمایا۔

حدیثِ ستاریت: روایتوں میں آیا ہے: مولیٰ کریم قیامت کے دن بعض گنہگار مومن بندوں سے فرمائے گا: میں نے دنیا میں تمہارے گناہ چھپائے لئے تھے اور آج بھی میں تمہارے وہ سب گناہ بخشتا اور معاف کرتا ہوں۔

یہ ہے مولیٰ کریم کی شان ستاری وغفاری! جب وہ بندوں پر کرم فرماتا ہے، تو دنیا میں بھی ان کے گناہ چھپالیتا ہے اور آخرت میں بھی انہیں بخش دے گا۔

خدا کی کتاب میں معافی کے خزانے

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمام مومنین کے لئے ایسے بہت سے خزانے ہیں، جو معافی کا باعث اور بخشش و مغفرت کی دعوت دے رہے ہیں۔

ان میں سے ایک تو یہی آیت مبارکہ: (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ)

اسی لئے علما نے فرمایا: قرآن کریم کی آیات مبارکہ میں یہ آیت مبارکہ خدا وندقدوس کی رحمت سے ایمان والوں کی سب سے زیادہ امید اور ڈھارس بندھانے والی ہے۔ دوسری آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شرک نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس کے چاہے گا، اس کے سب گناہ بخش دے گا۔ (پارہ:۵۔النساء:۴۸)

خیال رہے!

اللہ تعالیٰ کفر وشرک کے علاوہ جس کے چاہے گا، اس کے سب گناہ بخش دے گا۔ لیکن مشرک ومنکر کو نہیں بخشا جائے گا۔ وہ اس لئے کہ مشرک ومنکر عفو و معافی اور اپنے گناہوں کی مغفرت وبخشش طلب ہی نہیں کرتا۔

اور تیسری آیت ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

ترجمہ: اے محبوب! آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی ورسول کو اپنی رحمت کے سو حصوں میں سے بعض حصوں

کا مظہر بنایا ہے۔ اسی لئے ان کی نبوت و رسالت کی دعوت ایک مخصوص علاقہ یا ایک مخصوص قوم کیلئے رہی۔ لیکن قربان جاؤ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کل رحمت یا حقیقتِ رحمت کا مظہر بنایا ہے۔ اسی لئے آپ کی دعوت و بعثت عام ہے۔ اور دنیا میں (وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ) کا تاجِ زریں آپ ہی کے سر پر رکھا۔ پھر بروز قیامت مولیٰ کریم کی رحمانیت کی حکمتیں مکمل طور پر آپ کی شفاعت کبریٰ سے آشکارا ہوں گی۔ اس وقت تمام اہل محشر کو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و بزرگی معلوم ہوگی۔ یہاں تک کہ انبیا و ملائکہ، اولیا اور کاملین بھی آپ کی شفاعت عظمٰی کے بعد شفاعت کے ماذون و مُجاز ہوں گے۔ اور آپ کے بعد ہی شفاعت کریں گے۔ اے خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامو! اللہ تعالیٰ کی رحمت مطلقہ سے مایوس و ناامید نہ ہو۔ کیونکہ خود مولیٰ کریم کا رحمت بھرا ارشاد ہے: (اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا) اور بخشش و مغفرت اس ذاتِ رحمت کی شفاعت سے ہوگی، جو اس کی رحمتِ حقیقی کی مظہرِ اتم ہے۔

ع محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزت کا

ع دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

ع تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر

رحمت توبہ کی منتظر

انسان اپنے گناہوں کا احساس کر کے اقرار کرے اور اپنے مولیٰ کے حضور روئے، گڑگڑائے اور اس کی بارگاہِ ناز میں اپنی عاجزی، بے کسی اور خطا کا اظہار

کرے، تو مولیٰ کریم اس کی آہ بکاسن کر ضرور رحم فرماتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عاجزی وانکساری اور اِفتِقار و محتاجی ہی انسان کا اپنا سرمایہ ہے، باقی تو سب کچھ خدا کا ہے۔ مولیٰ کریم کو انسان کی یہی ادا بہت پسند ہے۔ اس ادا سے بندہ جب خدا کی طرف رجوع کر کے اس کے آستانہ پر اپنی پیشانی ٹیکتا ہے، تو وہ اس کا بڑے سے بڑا گناہ بخش دیتا ہے۔ اور اپنے مقبول بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔ لیکن یاد رہے سچی توبہ کے بعد قلب و دماغ کے کسی گوشہ میں بھی گناہ کی طرف پلٹنے کا تصور و دھیان تک نہ آئے۔ اور آئندہ گناہ سے بچنے کا مضبوط ارادہ کر لے۔ اور عزم مصمم کر کے اپنی باقی زندگی کی اصلاح میں لگ جائے۔ اور صالحین و نیکوکار لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔ فی الفور صالحین نہ ملیں تو دل کی گہرائیوں سے صالحین کی صحبت تلاشے۔

سو کا خونی معاف کر دیا گیا

اب میں اپنے ان دینی بھائیوں کے لئے جو شامتِ نفس اور شیطان کے پھندے میں پھنس کر گناہوں کی گندگیوں میں بہت زیادہ آلودہ اور لتھڑ چکے ہیں۔ اور اپنے مولیٰ کریم کے آستانہ کی طرف شرم یا خوف کی وجہ سے آنے کی ہمت نہیں کر پا رہے ہیں، وہ حدیث مبارک ذکر کرنے جا رہا ہوں، جو سیدنا امام بخاری، سیدنا امام مسلم، صاحب ریاض الصالحین امامِ نَوَوی اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں توبہ و اِنابت کے باب میں بیان فرمائی ہے۔

اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: پچھلے زمانے میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (۹۹) خون کئے تھے۔ جب اس کا احساس بیدار ہوا اور

ضمیر جاگا، تو اس نے لوگوں سے پوچھا: اس وقت دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو لوگوں نے اس کو ایک خدارسیدہ راہب کا پتہ بتادیا۔ وہ قاتل اس راہب کے پاس پہنچا، اور بولا: میں نے ننانوے قتل کئے ہیں، کیا میری توبہ کی قبولیت کی کچھ امید ہے؟ اس راہب نے کہا: نہیں تمہاری توبہ قبول ہونے کی کوئی امید نہیں۔ اس نے یہ مایوس کن جواب سن کر اس راہب کو بھی قتل کردیا۔

اب وہ پورے سو انسانوں کا قاتل ہوگیا۔ کچھ وقت کے بعد اس کے ضمیر نے پھر اسے للکارا اور اندر کے مفتی نے اسے بار بار ابھارنا شروع کیا۔ اس نے پھر لوگوں سے معلوم کرنا شروع کیا: اس وقت روئے زمین پر دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو لوگوں نے اس کو پھر ایک خدارسیدہ راہب کا پتہ بتادیا۔ اب وہ توبہ کی نیت سے اس درویش کی خدمت میں پہنچا۔ [لیکن اس بار ناقص نہیں کامل کے پاس] اس نے راہب کو اپنی حالت بتاتے ہوئے کہا: میں سو کا قاتل ہوں، حضرت یہ بتائیے کیا میری توبہ کی قبولیت کی کچھ امید ہے اور میری بخشش کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟ (راہب دانا و بینا تھا) اس نے کہا: کیوں نہیں؟ تمہارے اور توبہ کے بیچ کون سی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟ ابھی موقعہ ہے خدا کی رحمت توبہ کی منتظر ہے۔ بس تم توبہ کر کے فُلاں علاقہ میں چلے جاؤ، وہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں، تم بھی ان کے ساتھ خداوندِ قدوس کی عبادت و بندگی میں لگ جاؤ۔ اور کبھی اپنے وطن میں لوٹ کر مت آنا۔ کیونکہ اب یہ جگہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ (یعنی یہاں ان لوگوں میں رہتے ہوئے تمہارے لئے توبہ پر قائم رہنا بڑا مشکل ہوگا۔)

وہ شخص راہب کی بات سنتے ہی روانہ ہوگیا۔ لیکن ابھی آدھا ہی راستہ طے کیا

تھا، کہ ملکِ اَجل موت کا پیغام لے کر آ گیا۔ مگر جب وہ مر کر گرا، تو کوشش کر کے ادھر کو منھ کر کے گرا جدھر جا رہا تھا۔ رحمت و عذاب کے فرشتے آ گئے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ گناہوں سے سچی توبہ کر کے خدا کی طرف متوجہ ہو کر آ رہا ہے (اس لئے اس کی روح ہم لے جائیں گے) عذاب کے فرشتے بولے: ابھی اس نے کوئی نیک کام نہیں کیا ہے (اس لئے اس کی روح ہم لے جائیں گے) ابھی رحمت و عذاب کے فرشتوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی، اتنے میں ایک فرشتہ انسانی شکل میں آ گیا۔ ان فرشتوں نے اسے اپنا فیصل بنا لیا، تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اس آنے والے فرشتے نے کہا: دونوں طرف کی زمین ناپو، اور دیکھو یہاں سے کون سی جگہ قریب ہے؟ جہاں سے آیا ہے یا جہاں جا رہا ہے؟ فرشتوں نے جب زمین کو ناپا، تو خدا کی رحمت سے وہ جگہ قریب نکلی جہاں اس شخص کو جانا تھا۔ لہٰذا رحمت کے فرشتے اسے لے گئے۔

علما فرماتے ہیں: جس جگہ اس کی روح قبض کی گئی اور جہاں پر اس کے قدم تھے، وہ جگہ دونوں مسافتوں کے بیچ میں تھی۔ لیکن مرتے ہوئے جب وہ گرا تو جدھر جا رہا تھا ادھر ہی منھ کر کے گرا، اتنی ہی جگہ اللہ والوں کے قریب نکلی۔ ؎

جب گرے منھ سوئے میخانہ تھا
ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے

سچ کہا کسی نے: ''رحمتِ خدا بہانہ می جوید'' (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے۔) اس کی بارگاہ میں گدا بن کر آؤ، تاجر اور سوداگر بن کے نہ آؤ۔ (اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ) پلٹ آؤ اپنے رب کی جانب (فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ) دوڑو تو آستانۂ رحمت کی جانب۔

توبہ میں جلدی کرو

اگر انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت وتوجہ کا طالب ہے،تو اسے چاہئے کہ توبہ میں جلدی کرے۔ کیونکہ گناہوں سے توبہ کے بغیر نہ تو آدمی کو عبادت و بندگی کی توفیق ملتی ہے، نا ہی اس کی طرف رحمتوں و برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔مگر گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنا اور سچوں کی صحبت تلاش کرنا، ایسی نیکی ہے، جو انسان کو فی الفور مولیٰ کریم کی رحمتوں کا مستحق بنا دیتی ہے۔اگر چہ توبہ کے بعد اسے کسی نیکی اور عبادت کا موقعہ نہ ملا ہو۔ مولیٰ کریم ایسے تائب کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپا کر بخش دیتا ہے۔جیسا کہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوا۔

گناہوں کی نحوست جہاں انسان کو عبادت و بندگی سے محروم کرتی ہے، وہیں اس پر ذلت ورسوائی بھی مسلط کر دیتی ہے۔ گناہ ایک ایسی زنجیر ہے، جو انسان کو نیکی کی طرف چلنے سے روکتی ہے۔ گناہ ایک ایسا بوجھ ہے، جو انسان کی عبادت و بندگی میں خشوع وخضوع اور حلاوت وسکون پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اور گناہ پر اڑا رہنا، انسان کے دل کو سیاہ بھی کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے،تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ سے باز آ کر توبہ کر لیتا ہے، اپنے گناہ پر نادم وشرمندہ ہو کر بخشش کا طلب گار ہوتا ہے اور مولیٰ کریم کے آستانہ کی طرف پلٹ آتا ہے،تو مولیٰ کریم اس کے سیاہ دھبہ کو صاف کر دیتا ہے۔اور اگر وہ پھر گناہ کر بیٹھے،تو اس سیاہ دھبہ میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

یہی وہ زنگ وسیاہی ہے،جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

ترجمہ: بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بری کرتوتوں کی زنگ چڑھ گئی ہے۔(پارہ:۳۰۔المطففین:۱۴)

اور انسان کا دل جب سیاہ ہوجاتا ہے، تو وہ قساوتِ قلبی کی بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ پھر اسے نہ نیکی اچھی لگتی ہے نہ نیکوں کی صحبت۔ بلکہ کبھی کبھی تو یہ حال ہوتا ہے کہ وہ نیکیوں اور نیکوں کی باتوں سے نفرت کرنے لگتا ہے، خلوص اور لذت عبادت سے محروم ہوجاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت شامل حال نہ ہو، تو آہستہ آہستہ یہ گناہ اسے کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔ پھر ایسے شخص پر شقاوت و بدبختی غالب آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ ذرا غور کرو اپنے گناہوں پر اڑا رہنا کس قدر خطرناک اور تباہ کن ہے۔

تین چیزیں توبہ پر آمادہ کرتی ہیں

انسان اگر تین چیزوں پر غور کرے، تو یقیناً اس کا احساس بیدار ہوگا اور ضرور توبہ میں جلدی کرے گا۔ وہ تین چیزیں توبہ کے مقدمات سے ہیں۔

(۱) اپنے گناہوں کی قباحت اور ان کی برائی کا تصور کرے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سختی اور اس کے غضب کی شدت کا تصور کرے۔

(۳) اپنے ضعف اور کمزوری کو محسوس کرے اور گناہ کے بارے میں اپنی بے حیائی کا بھی احساس کرے۔

جو کمزور انسان سورج کی تیز دھوپ اور سپاہی کے تھپڑ، چیونٹی، مچھر اور بچھو وغیرہ کے ڈنک برداشت نہیں کرسکتا ہے، بھلا بتاؤ وہ دوزخ کی سخت گرمی، جہنم کے فرشتوں کی مار اور انتہائی زہریلے سانپوں کا ڈسنا کیسے برداشت کرسکتا ہے؟ اور دوزخ کے سانپ بچھو دنیا کے سانپوں بچھوؤں کی طرح نہیں، بلکہ وہاں کے

بچھو خچر کے برابر اور سانپ اونٹوں کی گردنوں کی طرح موٹے ہونگے۔ دنیا کے سانپ بچھو آگ کے نہیں ہیں، وہاں کے سانپ بچھو دوزخ کی آگ کے ہوں گے۔ اور یہ دنیا غضب کی جگہ نہیں ہے، جبکہ دوزخ غضب وغصہ کی جگہ ہے۔ ہم بار بار اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ انسان اگر ان خطرناک چیزوں کو یاد رکھے اور ہر دن کسی نہ کسی وقت ان چیزوں کا تصور کرے، تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اسے گناہوں سے سچی توبہ نصیب ہو جائے گی۔ مولیٰ کریم ہم سب کو اپنے فضل سے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (منہاج العابدین)

○○○

حضرت مفکر اسلام دام ظلہ العالی کی تعلیمی، تعمیری، تحریری اور تفسیری خدمات

حضرت مفکر اسلام کی سرپرستی میں چلنے والے اداروں میں اس وقت تقریباً تین ہزار طلبہ و طالبات زیرِ تعلیم ہیں، جن میں چھ سو بچے بچیاں ہاسٹل میں رہتے ہیں۔

حضرت مفکر اسلام کے قائم کردہ ادارے

(۱) درسِ نظامی کی تربیتی درسگاہ جامعہ فاطمہ [برائے طلبہ] - (۲) درسِ نظامی کی تربیتی درسگاہ فاطمہ شریعت کالج [برائے طالبات] (۳) فاطمہ گرلس انٹر کالج [انگلش میڈیم سائنس سائڈ] (۴) فاطمہ ہائی اسکول [ہندی میڈیم] شاہ جہان پور - (۵) درسِ نظامی کی تربیتی درسگاہ فاطمہ شریعت کالج [برائے طالبات] - (۶) فاطمہ لیان سی بی ایس ای (C.B.S.E.) سینیر سیکینڈری اسکول (۷) فاطمہ کڈز اکیڈمی [کنڈرگارٹین] بریلی شریف

حضرت مفکر اسلام کی تصنیف کردہ کتابیں

(۱) فضائل اسلام اول (۲) وصیتیں اور نصیحتیں (۳) درسِ عبرت (۴) خدا دیکھ رہا ہے (۵) آخر موت ہے (۶) زکوۃ وصدقات کے آداب واحکام (۷) اسلامی آداب (۸) گلدستۂ نماز (۹) ماہِ بہاراں (۱۰) ایمان کی شاخیں (۱۱) اپنا اپنا گھر بچاؤ (۱۲) حجاب عزت یا ذلت؟ (۱۳) سعادت مند اولاد (۱۴) نمازِ فاطمہ (۱۵) اسلامی عقائد واعمال (۱۶) مومن رات دن کیسے گذارے؟ (۱۷) اسلامی عقائد ونظریات (۱۸) فقہ حنفی (۱۹) نجات کا راستہ (۲۰) شرح شرح جامی: الیٰ غیر المنصرف (۲۱) ایمانِ کامل (۲۲) سائنس اور سکون؟ (۲۳) خاموشی کی برکتیں۔

ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر بیسیوں رسائل وفولڈرس بھی تحریر فرمائے ہیں۔

ہفتہ واری درسِ قرآن: حضرت مفکر اسلام مدظلہٗ ۲۳؍ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱؍ اپریل ۱۹۹۹ء سے مسلسل ہر اتوار کو (بمقام ڈپٹی صاحب والی مسجد لال املی چوراہا شاہجہان پور) قرآن مقدس کی تفسیر بیان فرمارہے ہیں۔ تیئیس (۲۳) سال کا عرصہ ہوگیا ہے اور ابھی پندرہویں پارہ کی تفسیر ہی چل رہی ہے۔ حضرت کا ہفتہ واری درس تفسیر یوٹیوب پر بھی اپ لوڈ ہے۔

JAMIA FATIMA

Jalal Nagar, Shahjahapur, (U.P.)-Pincode : 242001

Mob.: 9335292933, 9452545031, 8299373718

fatimagic1204@gmail.com , fatimaleyanps@gmail.com